ماہنامہ مجلہ
حیاتِ نو
بلریاگنج

انسان دو چیزوں کی وجہ سے کمزور ہوتا ہے ایک موت کا خوف ــــــ دوسرے رزق سے محرومی کا خوف ــــــ یہی خوف اندرونی جابروں کے آگے آدمی کو جھکاتا ہے اور یہی بیرونی دشمنوں سے شکست دلواتا ہے۔ یہ خوف دل سے نکال دیجئے اور اپنے قلب و روح میں یہ بات پیوست کر لیجئے کہ زندگی و موت بھی خدا کے ہاتھ میں ہے اور رزق دینے والا بھی خدا ہے۔ اسکے بعد دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نہ جھکا سکے گی، نہ دبا سکے گی اور نہ خرید سکے گی، پھر کامیابیاں خود آپ کے قدم چومیں گی۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی)

چھٹے اجلاس عام کی تاریخوں میں تبدیلی

انجمن طلبۂ قدیم کی مجلس شوریٰ نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۹۵ء میں اجلاس عام کی تاریخوں میں تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے ان شاء اللہ اب یہ اجلاس ۲۵، ۲۶، ۲۷ر اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ، سنیچر، اتوار کو مادر علمی جامعۃ الفلاح میں ہوگا۔

ناظم اجلاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ حیات نو بلریا گنج

جلد ۱۲ | رمضان، شوال ۱۴۱۶ھ جنوری، فروری ۱۹۹۶ء | شمارہ: ۲،۱

بدل اشتراک

سالانہ زر تعاون	۵۰/۰۰ روپے
طلبہ کے لئے	۳۰/۰۰ روپے
خصوصی زر تعاون	۱۰۰/۰۰ روپے
اعزازی زر تعاون	۱۰۰۰/۰۰ روپے
غیر ممالک سے زر تعاون	۲۵ امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ	۷/۰۰ روپے

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

مدیر
محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر
عبد الباری اثری فلاحی

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہٰذا جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ مجلہ "حیات نو" جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ
فون: ۲۵۱۱۵ فون کوڈ: ۰۵۴۶۶ پن کوڈ ۲۷۶۱۲۱

محمد اشفاق عالم مفتاحی

نقوش حیات نو

صفحہ

- **اداریہ**
  - بہاریں پھر لوٹ آئیں گی — محمد اسمٰعیل فلاحی — ۳
- **بحث و نظر**
  - زکوٰۃ کا مصرف "فی سبیل اللہ" — عبد البر اثری فلاحی — ۳۲
  - فلاح دارین کیلئے خدائی چار نکاتی پروگرام — مولانا شبیر احمد اصلاحی — ۸
  - تعلیم نسواں — راحت الفاطمہ مرغوبی — ۵۱
- **انٹرویو**
  - نومنتخب ناظم اعلیٰ جامعۃ الفلاح سے ایک ملاقات — محمد اسمٰعیل فلاحی، عبد البر اثری فلاحی — ۱۳
- **خطبات**
  - ہے ہمالہ سے بھی اونچا میرا امتیاز فلاح — مولانا عنایت اللہ سبحانی — ۲۶
- **تعارف و تبصرہ**
  - "وہ کوہ کن کی بات"...... — عبد البر اثری فلاحی — ۶۳
- **شعر و نغمہ**
  - خوش آمدید رمضان المبارک — قمر رام نگری — ۳۱
  - غزلیں — انور ظہیر رہبر، راز الٰہ آبادی، قمر سیوہاروی، نشاط — ۲۵، ۶۵، ۱۲، ۵۰
- **جامعہ کے لیل و نہار**
  - مولانا انصر عمری صاحب نئے ناظم جامعہ — محمد اسمٰعیل فلاحی — ۶۶
  - مولانا علی میاں جامعہ میں، انجمن کے اجلاس کی تاریخوں میں تبدیلی، فون میں تبدیلی — ۶۸
- **حلقہ یاراں** — عبد الرحمن ناصر، ڈاکٹر ابرار اعظمی — ۷۱، ۷۲

بہاریں پھر لوٹ آئیں گی

محمد اسمٰعیل فلاحی

انسانیت کا منتہائے کمال نبوت و رسالت ہے۔ جس سے اونچا کوئی شرف اور جس سے اونچی کوئی معراج نہیں۔ نبیوں کا سلسلہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اب یہ سعادت کسی کے نصیب میں نہیں آسکتی۔ ہاں انبیاء کی جانشینی باقی ہے۔ بڑے خوش نصیب اور بخت آور ہیں وہ جنہیں اس میں سے کچھ حصہ ملے۔ انکی اس فیروزمندی کا بدل نہ زر و جواہر ہیں اور نہ ہفت اقلیم کی بادشاہی۔ حدیث میں آتا ہے۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (ابو داؤد) علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

دینی مدارس و جامعات سے متعلق اساتذہ و طلبہ اسی زمرہ میں آتے ہیں اور وہ بجا طور پر وارثین انبیاء کہے جانے کے مستحق ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ انبیاء کی وراثت زمین و جائداد، عالیشان عمارتیں، فراٹے بھرتی کاریں، فضا کو چیرتے طیارے، دھواں اگلتی چمنیاں اور کارخانے، بھاری بینک بیلنس اور زرق برق لباس نہیں۔ یہ وراثت دراصل کار نبوت اور انبیائی مشن کی وراثت ہے۔ جو کام انبیاء کرام انجام دیا کرتے تھے اب علماء کو انجام دینا ہے۔ علم و عمل، تقویٰ و طہارت، توبہ و استغفار، عبادت و ریاضت، تسبیح و تہلیل، ایثار و قربانی، نصح و خیر خواہی، عدل و مساوات، تبشیر و انذار، دعوت و تبلیغ، تلاوت آیات، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس جیسے انبیائی اوصاف و کردار میں یہ جانشینی کرنی ہے۔ انبیاء نے علم کی وراثت چھوڑی ہے اور علم عمل کے بغیر بے معنی چیز ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا وَّنُطْقِیْ ذِكْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (مشکوٰۃ)

"بروایت ابی ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈرتا رہوں، کسی پر مہربان ہوں یا ناراض، انصاف کی بات کہوں، امیری اور ناداری دونوں میں راستی اور اعتدال پر قائم رہوں۔ جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں، جو مجھ پر زیادتی کرے میں اسے معاف کر دوں، میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو، میری گفتگو ذکر الٰہی کی گفتگو ہو، میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو اور نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں"

صداقت و امانت، حلم و بردباری، عفت و پاکدامنی، اخلاص وللہیت، صبر و ثبات، ادائے حقوق اور ہر ایک کیساتھ نصح و خیر خواہی آپؐ کے نمایاں اوصاف تھے، کریم تھے، شفیق تھے۔ رحمۃ للعالمین آپ کا لقب ہے۔ لوگوں کی گمراہی پر کڑھا کرتے، انکی ہدایت کیلئے بے چین رہا کرتے۔ ایک دھن تھی ایک تڑپ تھی۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ۔ (الکھف ۶)

شاید تم انکے پیچھے اپنے آپکو غم کے مارے ہلاک کر ڈالوگے اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔

انبیاء کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ لوگوں کو تو برائی سے روکیں اور خود اسکے مرتکب ہوں۔

وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ (ھود: ۸۸)

(حضرت شعیبؑ نے کہا) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں روک کر خود وہ کام کروں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں۔

اس پر تو قرآن نے اہل کتاب کو بڑی وعید سنائی ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (البقرۃ: ۴۴)

کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم اتنی سمجھ نہیں رکھتے؟

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ (البقرۃ: ۸۵)

تو کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو تم میں سے جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں انکی کیا سزا ہے بجز رسوائی کے دنیا میں، اور قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں یہ لوگ ڈالے جائیں گے۔ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہوتا کہ لوگوں کو حکم دیکر خود آپ پیچھے رہ جائیں بلکہ ہر محاذ پر آپؐ سب سے آگے ہوتے اور اول المسلمین اور اول المومنین کا نمونہ پیش کرتے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ

کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ جس کا کوئی

أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۔

شریک نہیں۔ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔

(الانعام ۱۶۲ - ۱۶۳)

میدان جنگ تک میں عالم یہ تھا کہ بروایت براء بن عازب ۔

كُنَّا وَاللّٰهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِي بِهِ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِي بِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم (بخاری)

بخدا جب لڑائی ہوتی تو ہم آپ کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرتے اور ہم میں بہادر وہ ہوتا جو نبی کیساتھ ہوتا۔

واقعہ یہ ہے کہ جن باتوں کی تعلیم آپ نے دنیا کو دی، دنیا نے ان سے آپ کو متصف پایا، اور جن باتوں سے آپ نے روکا، دنیا نے ان سے آپ کو مجتنب دیکھا۔ یہ ہے نبوی کردار۔ جانشینانِ انبیاء کو دیکھنا چاہیے کہ اس انبیائی مشن اور انبیائی اوصاف میں کس حد تک وہ جانشینی اور وراثت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اگر کسی پہلو سے کمی ہے تو نہ صرف یہ کہ ایک بڑے اعزاز سے وہ محروم ہیں بلکہ وہ کوتوال جو نقب لگاتا پھرتا ہے یا وہ مسیحا جو لوگوں میں زہر بانٹتا پھرتا ہے، اگر یہ کوتوال اور مسیحا کسی درجہ میں مجرم ہیں تو وہ ناخلف جانشینانِ انبیاء ان سے بڑے مجرم ہیں۔

آج یہ سوال بار بار سامنے آتا ہے کہ علماء کا مطلوبہ کردار سامنے کیوں نہیں آتا یا دینی مدارس کی وہ روح پرور فضا کیوں خزاں کی زد میں ہے جو کبھی انکی شانِ امتیاز تھی۔ اس سوال پر لوگوں نے بہت غور کیا ہے اور غور کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ کسی نے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے تو کسی کو انکے انتظام و انصرام میں خرابی نظر آتی ہے۔ یہ باتیں کسی حد تک درست ہو سکتی ہیں لیکن سب کچھ یہی نہیں ہیں، خرابی کی جڑ کہیں اور ہے۔ مروج نصاب تعلیم سے ایک سے ایک رجال پیدا ہوئے ہیں اور آج بھی ان کا سلسلہ بالکل بند نہیں ہے، یہ کارِ رسالت یا انبیاء کی جانشینی ...

ایسا فریضہ ہے جس کے لئے نیت کی درستگی اور اصلاح شرط اولین ہے۔ دنیا کے دوسرے کام نفس کی آلائش کے ساتھ اور نفاق و ریا کا لبادہ اوڑھ کر کئے جا سکتے ہیں اور وہ کسی حد تک نتیجہ خیز بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ وہ کام ہے جس میں اخلاص نیت سب سے پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر یہ کام کبھی بارآور ہو ہی نہیں سکتا اور اس میں کبھی برکت ہو ہی نہیں سکتی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے کاموں میں بے برکتی کا سبب اخلاص کی کمی یا اس کا فقدان ہو، اگر دنیا طلبی نہیں، اخلاص ہے، خدا کی رضا اور آخرت کا خوف ہے تو پھر دوسری ہر کمی کی تلافی ممکن ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں باہمی اختلافات بلکہ مخالفتیں اور رسہ کشی کا بھی زور ٹوٹ جائیگا۔ اتنی فرصت کسی کو کہاں ہوگی۔ دوسروں کا شکوہ کرنے یا دوسروں کی کمزوری کا بہانہ بنانے کے بجائے اپنے حصہ کا کام بھی انسان کرنا چاہے گا۔ اس لئے کہ یہ اس کا اپنا کام ہوگا اور اس سے اس کی اپنی آخرت سنورنی ہوگی۔

مدارس کا یہ تعلیمی سیشن ختم ہونے کو ہے۔ اس سال ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا یقیناً اس کا جائزہ لیا جائیگا۔ کمیوں کے اسباب تلاش کئے جائیں گے اور تلافی کی شکلیں سوچی جائیں گی۔ خارج میں خرابیاں ڈھونڈنا آسان ہے۔ اپنے اندر جھانکنا مشکل ہے اور بالعموم یہی مشکل کام نہ کرنے کے نتیجہ میں کتنی قوموں نے اپنی قبریں اپنے ہاتھوں کھودی ہیں اور اپنی تباہی کا آپ سامان کیا ہے۔ آئیے اس دفعہ ہم اپنے اندرون کا جائزہ لیں، اپنے اخلاص کو ٹٹولیں، اپنے نفاق کو دور کریں اور خدا کے آگے گر جائیں اور اپنا سر اس وقت تک نہ اٹھائیں جبتک اسکو نہ منا لیں، انفرادی توبہ بھی کریں اور اجتماعی توبہ بھی۔ رمضان جو سامنے ہے، یہ توبہ و استغفار کا مہینہ ہے۔ اے کاش! ہم اسے منا سکتے اور اس سے اخلاص کی بھیک مانگ سکتے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی — چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

فلاح دارین کیلئے خدائی چار نکاتی پروگرام

مولانا شبیر احمد اصلاحی

دنیا کا کوئی انسان کبھی کسی معاملے میں خسران (گھاٹا) کو پسند نہیں کرتا پھر یہ پوری زندگی خسران ونا کامی کی نذر ہو جائے اور اس کے بعد وہ ابدی زندگی میں بھی ہولناک تباہی اور مکمل خسران سے دوچار ہو کر ابدالآباد ذلت و رسوائی کے کھڈ میں پڑا رہ جائے ـــــ کوئی بھی ذی ہوش انسان اسکو گوارا نہیں کر سکتا۔

مگر آہ! تاریخ انسانیت کا یہ المیہ ہے کہ ہمیشہ انسانوں کی اکثریت نے خسران کی راہ اپنائی اور دنیا کی زندگی میں خسران سے دوچار رہی۔ اور آخرت کا حال تو خدا ہی جانے کہ کس تباہی کا منھ دیکھنا پڑے۔

اللہ رب العالمین نے انسان کو (جس سے وہ بے حد محبت کرتا ہے) دنیا و آخرت کے خسران سے بچانے اور فلاحِ دارین سے ہمکنار کرنے کیلئے پیدا کرنے کے ساتھ ہی اسے ایک چار نکاتی پروگرام دے دیا تھا اور یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ جو ان پروگراموں پر مکمل طور سے عمل کریگا اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی سے سرفراز کرے گا اور جو ان سے روگردانی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں خسران اور مکمل تباہی سے دوچار ہوگا۔

قرآن مجید جو اللہ کی آخری کتاب اور پچھلی تمام کتابوں کا خلاصہ اور اللہ کے پسندیدہ دین کا آخری اور مکمل اڈیشن ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے والعصر ـــــ الخ

جس کا ترجمہ ہے "قسم ہے زمانے کی کہ انسان کیلئے خسران (گھاٹا) مقدر ہے"

یعنی وہ حقیقی فلاح کی بو بھی نہیں پا سکتا جب تک ان چار نکاتی پروگراموں پر مکمل طور سے عمل نہ کرنے لگے۔

وہ چار نکات یہ ہیں۔

۱ ایمان یعنی اللہ کو اسکی تمام صفات کے ساتھ ـــــ ملائکہ یعنی فرشتوں کو۔ رسولوں اور خاص طور پر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی ساری کتابوں اور خاص طور سے اس کی آخری کتاب قرآن کو انکی اصلی حیثیت میں مانے۔

۲ عمل صالح ـــــ اپنے ایمان کے مطابق زندگی گذارے

۳ تواصی بالحق ـــــ جن باتوں کو مانا اور جن کے مطابق زندگی گذار رہا ہے اسکی تلقین اپنی اولاد ـــ گھر ـ خاندان ـ معاشرہ ، ملک ، اور پوری دنیا کو کرے

۴ تواصی بالصبر ـ جس حق کو قبول کیا ہے اسی پر خود بھی جما رہے اور جو لوگ اسکو قبول کرتے جائیں سب کو اسی پر جمانے اور مستقل کرنے کی کوشش کرتا رہے

یوں تو یہ چار الگ الگ پروگرام ہیں مگر سب کا ایک دوسرے سے گہرا ربط ہے ایک کے بغیر دوسرے پر عمل کرنا ناممکن ہوگا۔

(۱) ایمان

ایمان کی مثال بالکل بیج کی طرح ہے جیسے کسی بیج سے انکھوا نکلے اور پودا نہ بنے تو سب کہتے ہیں کہ بیج کھیت میں پڑا ہی نہیں۔ اگر پڑ بھی گیا تو ناکارہ تھا یا ضائع ہو گیا۔ ایسے ہی اگر کوئی ایمان لائے مگر اس سے عمل کی کونپل نہ پھوٹے تو جاننا چاہئے کہ وہ ایمان تھا ہی نہیں۔ اور اگر تھا بھی تو ناکارہ یا پھر دوسرے عوامل کی وجہ سے ضائع یا اتنا کمزور ہو گیا کہ اس سے عمل کی کونپل پھوٹنا ممکن ہی نہیں۔

(۲) عمل صالح

جس طرح کوئی پودا برسات میں اُگ تو گیا لیکن اگر اسکا بیج صحیح نہیں ہے اور جڑ مضبوط نہیں ہے تو چند دن میں وہ سوکھ جاتا ہے کبھی تنا اور درخت نہیں بن سکتا ـــــ ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا اسے

اکھاڑ دیتا ہے۔ اور ادھر اُدھر اڑا دیتا ہے ــــ اسی طرح اگر ایمان نہیں ہے۔ اگر ہے تو بہت کمزور ہے تو ایسے شخص کے عمل کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ خدا کے یہاں اسکی کوئی قیمت نہیں ملے گی اور نہ ہی دنیا میں معاشرے کو کوئی نفع پہونچا سکتا ہے اس لئے جاننا چاہیئے کہ وہی عمل عملِ صالح ہے۔ جو پختہ و مضبوط ایمان کے نتیجے میں ظاہر ہوا ہو۔

(۳) تواصی بالحق

اب آگے چلئے تواصی بالحق ــــ تو یہ بھی ایمان و عمل صالح کے بغیر ناممکن ہے اور تواصی بالحق کے بغیر عمل صالح کرنا بھی تقریبًا ناممکن ہے۔

مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ ایک شخص ایمان لے آیا اور اسکے مطابق عمل کرنا بھی چاہتا ہے ــــ مگر خود اسکے اپنے قریبی لوگ (بیوی بچے بھائی بہن اور والدین) بے ایمان (کافر) ہیں، تو کیا آپ یقین کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کے مطابق عمل بھی کر سکتا ہے؟ ــــ مثلًا اس کا ایمان کہتا ہے کہ شراب ـ لحم خنزیر (سور کا گوشت) رشوت لینا دینا۔ اور جوا یہ سب حرام ہیں ان سے بچنا لازم ہے۔ مگر اسکے قریب ترین لوگ اسی کے عاشق ہیں نہ صرف یہ کہ حرام نہیں سمجھتے بلکہ ان سب کو مفید اور ضروری سمجھتے ہیں۔ بتایئے کیا وہ شخص اپنے ایمان کے مطابق عمل کر پائیگا؟ کیا ایسا نہیں ہوگا کہ کسی بھی وقت اس کے متعلقین اسکے قدم ڈگمگا دیں گے اور حیلوں اور بہانوں سے اس سے ایسے کام کرالیں گے جو اسکے ایمان کے منافی ہیں۔

ایک قدم اور آگے بڑھئے۔ فرض کیجئے آپ مومن ہو گئے اور ایمان کے مطابق عمل کرنا بھی چاہتے ہیں اور اپنے متعلقین کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا وہ بھی ایمان کی راہ پر چلنے کو تیار ہو گئے مگر آپ کا پاس پڑوس اور قریبی معاشرہ دوسری راہ پر گامزن ہے تو کیا لازمی ہے کہ کسی بھی وقت آپ کا جے۔ پی۔ یا ایم۔ سی کوئی بھی معاشرے کی دھارا میں بہہ نہ جائے اور آپ کو بھی گھسیٹ نہ لے۔

ذرا اور آگے چلئے آپ مومن ہو گئے آپ کے قریبی لوگ بھی مومن اور آپ کا پاس پڑوس بھی مومن ہو گیا اور ایمان کی راہ پر چلنے کیلئے تیار ہو گیا ــــ لیکن جس بڑے سماج (ملک) کے آپ اور آپکے متعلقین ایک حصہ ہیں وہ آپ کے نظریات سے نہ صرف متفق نہیں بلکہ اسکے خلاف ہے تو آپ ایسے سماج میں اپنے ایمان پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل بھی کر سکتے ہیں؟۔

ذرا اور آگے بڑھئے فرض کیجئے آپ کا سماج اور پورا ملک آپ کا ہم خیال ہو گیا۔ مگر بین الاقوامی طور پر ساری دنیا آپ کے خلاف ہے تو کیا آپ ـ اور آپ کے متعلقین اور آپ کا پورا سماج (ملک) اپنے ایمان اور دین کے راستے پر چل سکتے ہیں؟۔

آپ کا جواب یہی ہوگا کہ ایسا ممکن نہیں۔

تو ضروری ہوا کہ جس ایمان پر آپ قائم ہیں اور جس کے مطابق اپنے متعلقین اور سماج (ملک) کو چلانا چاہتے ہیں اسی کی ہمنوا پوری دنیا اور ساری عالمی برادری کو بھی بنائیں تب جا کر آپ صحیح صحیح اپنے ایمان کے مطابق عمل کر سکتے ہیں اور دنیا میں کوئی ٹھوس کام انجام دے سکتے ہیں اور دنیا ایمان کی برکتوں سے بہرہ ور ہو سکتی ہے۔

(۴) تواصی بالصبر

یہ ایمان عمل صالح اور تواصی بالحق کے بغیر ناممکن ہے اور تواصی بالصبر کے بغیر اوپر کی ساری باتیں بے سود ہوں گی جیسے وقتی طور پر کسی جذبے کے تحت آپ اہل ایمان میں شامل ہو گئے متعلقین اور سماج کو اور عالمی برادری کو بھی وقتی طور پر اپنا ہم خیال بنا لیا مگر صبر (جماؤ) نہ آپ میں ہے نہ آپ کے متعلقین میں نہ سوسائٹی اور معاشرے کے افراد میں نہ عالمی برادری اس پر مستحکم ہے تو کیا آپ کا یہ وقتی جذبہ اور انقلاب زندہ باد کے طور پر آپکے نظریہ کی حمایت دنیا میں کوئی واقعی تبدیلی پیدا کر سکتی ہے؟ اور سارے عالم کے لوگوں کو ایک اللہ کی اطاعت اور اسکی حکم برادری پر آمادہ کر سکتی ہے؟ اور اس کے نتیجے میں دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

حاشا وکلا ایسا ممکن نہیں ہے۔

بلکہ ایمان ــ عمل صالح ـ تواصی بالحق ـ اور تواصی بالصبر ایک ساتھ ہو تو کام بنے گا اور یہ دنیا جنت کا گہوارہ بنے گی اور آخرت کی ابدی فلاح بھی تب ہی ممکن ہوگی ـ

آج دنیا میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کی کمی نہیں اور اچھے کام کرنے والے بھی موجود ہیں نیکیوں کی تبلیغ بھی ہو رہی ہے مستقل مزاج بھی بہت لوگ ہیں لیکن دنیا جہنم بنی ہوئی ہے کسی بھی آن تباہ ہو سکتی ہے ـ

اسکی وجہ وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے دیئے گئے چار نکاتی پروگرام پر عمل نہیں ہو رہا ہے جس دن ان پروگراموں کے مطابق عمل ہونے لگے گا اسی دن انسانیت کی صبح ہوگی اور دنیا جنت کا گہوارہ بنے گی اور آخرت کی کامیابی بھی تب ہی ممکن ہوگی

غزل

قمر رسولپوری

خلوص دل سے اگر اُنکی بندگی کرتے
نمائش دیر و حرم کی نہ ہم کبھی کرتے

اسی نے ہمکو سکھائے ہیں بندگی کے اصول
ہمیں شعور کہاں تھا کہ بندگی کرتے

سیاہیوں کے طلسمات خود بکھر جاتے
ہم اپنے خون جگر سے جو روشنی کرتے

جو احتساب کا ادنیٰ شعور ہوتا ہمیں
گناہ کرتے تو لیکن کبھی کبھی کرتے

ہمارے پاؤں کو خود ڈھونڈتی منزل
یہ راہرو جو سلیقے سے رہبری کرتے

کسی سے امن و تحفظ کی بھیک لیتے
بھلا تھا اپنے ارادوں کو آہنی کرتے

یہ حرف انکی نوازش ہے اے جناب قمر
ہمیں شعور کہاں تھا کہ شاعری کرتے

نومنتخب ناظم اعلیٰ جامعۃ الفلاح

مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب مدظلہم العالی سے ایک ملاقات

ملاقاتی ــــــــ محمد اسمٰعیل فلاحی
عبد البر اثری فلاحی

"مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب نائب امیر جماعت اسلامی ہند برائے تربیت و مدیر "تحقیقات اسلامی" علی گڑھ کو مجلس انتظامیہ جامعۃ الفلاح نے اپنی حالیہ میٹنگ منعقدہ ۲۵ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۹۵ء میں جامعہ کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا تو ہر طرف خوشی کی بے پناہ لہر دوڑ گئی گویا چمن کی بہار لوٹ آئی ہو۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہی ہے کہ اس نے ہمیں مولانا جیسا نعم البدل عطا فرمایا۔ اس موقع سے ہم نے آپ سے مل کر آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو سمجھنا اور جاننا چاہا جو کچھ حاصل ہو سکا پیش ہے"

(مدیر)

س ۱۔ آپ کب پیدا ہوئے ؟

ج:۔ ۱۹۳۵ء

س: آپ کی جائے ولادت کہاں ہے ؟

ج: میرے گاؤں کا نام "پتے گرام" ہے میں وہیں پیدا ہوا یہ عمرآباد کے

قریب "ترپا تور"، تحصیل (تعلقہ) میں پڑتا ہے۔ یہ علاقہ ٹمل ناڈو، آندھرا پردیش اور کرناٹک کا بارڈر ہے۔

س:۔ ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

ج:۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی سے شروع کی، میرے گاؤں میں دو اسکول تھے غیر مسلموں کیلئے ٹمل اسکول اور مسلمانوں کیلئے اردو اسکول۔ یہیں میں نے درجہ پانچ تک تعلیم حاصل کی۔

س:۔ عربی تعلیم کی تکمیل کہاں ہوئی؟

ج:۔ گاؤں کے اسکول میں درجہ پانچ تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں دس سال کی عمر میں جامعہ دارالسلام عمرآباد چلا آیا وہاں نو سال کا کورس تھا میں نے وہ کورس مکمل کیا۔ اسی دوران مدراس یونیورسٹی سے فارسی کے امتحانات دئے۔ مدرسہ پر اسکی تیاری کرائی جاتی تھی چنانچہ منشی اور فاضل کی ڈگری حاصل کی اس طرح گویا فارسی کی بھی اعلیٰ اور ادبی کتابیں پڑھنے کا موقع مل گیا۔

س:۔ کیا انگریزی کی بھی تعلیم آپ نے حاصل کی ہے؟

ج:۔ عمرآباد سے فراغت کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے صرف انگریزی کا B.A. کا کورس کیا ہے۔

س:۔ آپ کے خاص خاص اساتذہ کون رہے ہیں؟

ج:۔ میرے اکثر اساتذہ مرحوم ہو چکے ہیں دو ایک زندہ ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد نعمان اعظمیؒ نے مجھے حدیث کا درس دیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے اسطرح صرف ایک واسطے سے میں مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ کا شاگرد ہوں یہ سلسلہ شاہ اسحٰقؒ، شاہ عبدالعزیزؒ کے ذریعے شاہ ولی اللہؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ مولانا نذیر حسینؒ اصلاً بہار کے تھے لیکن دہلی منتقل ہو گئے تھے

اسلئے دہلوی کہلاتے ہیں۔ آپکو احیاء سنت کی کوششوں میں نمایاں امتیاز حاصل ہے رد بدعات و خرافات کے سلسلے میں آپ نے عظیم کارنامہ انجام دیا۔

مولانا نعمان صاحب اصلاً مئو ناتھ بھنجن کے رہنے والے تھے لیکن عمرآباد میں آباد ہو گئے تھے وہیں شادی کر لی تھی ان کے صاحب زادے مولانا عبدالسبحان صاحب بھی میرے استاد تھے ان سے حدیث سراجی اور معقولات پڑھا ہے موجودہ ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب انہیں کے صاحب زادے ہیں (گویا مولانا نعمان صاحب کے پوتے) وہ جامعہ میں مجھ سے ایک یا دو سال سینئر تھے۔

مولانا عبدالواحد رحمانیؒ بھی میرے استاد تھے ان سے میں نے حدیث کا درس لیا آپ ایک واسطہ (مولانا احمد اللہؒ) سے مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

مولانا غضنفر حسین شاکر نائطیؒ آپ عربی، اردو، فارسی تینوں زبان کے ماہر تھے عربی ادب کی اعلیٰ کتابیں معلقات اور دیوان الحماسہ وغیرہ ان سے پڑھیں جلال الدین بھی پڑھی فارسی کی بعض اعلیٰ کتابیں مثلاً دیوان حافظ، جامی کی بہارستان اور رقعات نعمت علی خاں وغیرہ امتحان کی تیاری کے سلسلے میں ان سے الگ سے پڑھیں تھیں اس زمانہ میں فارسی کا اچھا ذوق ہو گیا تھا بعد میں حالات کے وجہ سے دلچسپی نہیں رہی۔

مولانا سید عبدالکبیر صاحب جو اس وقت وہاں شیخ التفسیر ہیں وہ بھی میرے خاص اساتذہ میں سے ہیں۔ وہ میرے رشتہ دار بھی لگتے ہیں ان سے بیضاوی، الفوز الکبیر، المنتقی، نیل الاوطار اور عربی ادب وغیرہ پڑھا۔

مولانا سید امین ؒ بھی میرے استاد تھے، میرے رشتہ دار بھی تھے جماعت اسلامی ہند کے مرکزی شوریٰ کے ممبر تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امیر جماعت علاقوں کی نمائندگی کے لحاظ سے شوریٰ کے ممبران کو نامزد کرتے تھے ان سے میں نے قرآن پڑھا فقہ پڑھی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے مولانا احمد علی لاہوری سے قرآن پڑھا تھا جو مولانا عبید اللہ سندھی ؒ کے شاگرد تھے اور انہیں کے طرز پر قرآن پڑھاتے تھے۔ اس میں سیاسی نقطۂ نظر غالب رہتا تھا جماعت سے تعلق کی بنا پر یہ پہلو اور ابھر گیا تھا۔ بڑے خدا ترس نیک اور اللہ والے آدمی تھے

مولانا ابو البیان حماد صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھی ہیں۔ بالکل عزیزوں کی طرح معاملہ فرماتے تھے بڑی قربت رہی۔ اب بھی ہے۔

س: آپ کی تعلیمی پوزیشن کیسی تھی؟

ج: الحمد للہ میں نے آخری درجہ میں پورا جامعہ ٹاپ کیا تھا۔

س: جماعت اسلامی سے کب وابستہ ہوئے؟

ج: عمرآباد کے زمانہ طالب علمی ہی میں جماعت سے قریب ہو گیا تھا ۱۹۵۵ء میں فارغ ہوا اور ۱۹۵۶ء میں رکن جماعت بن گیا۔

س: تصنیف و تالیف کا سلسلہ کب اور کیسے شروع ہوا؟

ج: دور طالب علمی ہی سے مضمون نگاری کا شوق رہا وہاں کی طلبہ کی انجمن کا عملاً دو سال ذمہ دار رہا، ایک سال صدر رہا اور ایک سال سکریٹری اس طرح غیر درسی کتابوں کے مطالعہ کا اچھا خاصا موقع ملا۔ اس زمانہ میں میرے بعض مضامین "الانصاف" الہ آباد (موجودہ سہ روزہ دعوت دہلی) اور "تجلی" دیوبند میں شائع ہوئے۔

دور طالب علمی ہی میں استاد محترم مولانا ابو البیان حماد صاحب نے

مجھ سے کہا تھا کہ جب تم فارغ ہو جاؤ گے تو پھر ہم دونوں مل کر ایک ہفت روزہ اخبار نکالیں گے چنانچہ فراغت کے بعد ہم دونوں نے مل کر "پیغام" کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار بنگلور سے نکالا۔ میں بنگلور میں رہتا اور مولانا عمرآباد۔ اکثر حصہ مولانا ہی لکھتے، کچھ میں بھی لکھتا تھا۔ اس طرح بنگلور میں چار ماہ قیام رہا پہلی بار اس لائن کی معلومات حاصل ہوئیں۔ ادارت اور انتظام دونوں میں شریک رہتا اس لئے دونوں طرح کے تجربات ہوئے۔

س: آپ رامپور کیسے پہونچے اور وہاں کیا سرگرمیاں رہیں؟

ج: مزید تعلیم کی خواہش نے مہمیز لگائی اور پھر میں رامپور آگیا مولانا صدر الدین اصلاحی صاحب کا دور امارت تھا۔ مولانا ابو اللیث صاحب جیل جا چکے تھے ثانوی درسگاہ چل رہی تھی یہ اس کا دور شباب تھا چنانچہ میں بھی انہیں طلبہ کے ساتھ شریک رہتا۔

مولانا جلیل احسن ندوی ؒ سے اسی زمانہ میں قرآن پڑھا مولانا قرآن کے چھٹے پریڈ پڑھاتے اس میں شریک رہتا اس طرح قرآن کا کافی حصہ مولانا سے پڑھنے کا موقع ملا۔ مولانا چونکہ معذور تھے اسلئے انکے ساتھ تفسیریں اور دوسرے ماخذ نکال کر دکھانے وغیرہ میں لگا رہتا کچھ دنوں عربی ادب بھی مولانا سے پڑھا۔ اس زمانہ میں کبھی کبھی مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی ؒ بھی آتے رہتے تھے ان کی صحبتوں میں بیٹھنے اور استفادے کا بھی موقع ملا۔ وہ مجھے اس قدر چاہتے کہ انہوں نے مولانا ابو اللیث صاحب سے کہا کہ ان (جلال الدین انصر عمری) کو مدرستہ الاصلاح سرائمیر بھیج دیجئے چنانچہ مولانا نے مجھے کہا کہ مولانا اختر احسن صاحب آپ کو مدرستہ الاصلاح بلا رہے ہیں وہاں تنخواہیں کم ہیں

لیکن میں وہاں کی اونچی تنخواہ دلوادوں گا۔ لیکن میں ان دونوں بزرگوں کی خواہش کا احترام نہیں کرسکا۔ میں نے معذرت کی کہ میں درس و تدریس کے کام میں لگنا نہیں چاہتا ورنہ میرے لئے عمرآباد زیادہ مناسب جگہ تھی اسی دوران میں نے الگ سے اپنا مطالعہ مسلسل جاری رکھا۔ خود سے "نیل الاوطار" "المنار" وغیرہ مکمل پڑھ ڈالی۔ اسی دوران میرے دو لمبے لمبے مضامین "فاران" کراچی میں چھپے ماہرالقادری صاحب نے حوصلہ افزائی کے خطوط لکھے۔ خوشی کا اظہار فرمایا ایک مضمون منکرین حدیث کے پس منظر میں حدیث کی تاریخ کے حوالے سے تھا۔ اور دوسرے مضمون میں رسول کی حیثیت سے بحث کی تھی مولانا علی میاں اس زمانہ میں رامپور تشریف لائے، ملاقات میں انہوں نے اس مضمون پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا یہ مضمون کتابی شکل میں آئے گا۔ اس طرح رامپور میں ڈیڑھ سال گذر گئے پھر میں جماعت کے شعبہ تصنیف و تالیف سے وابستہ ہوگیا اس وقت اسکے صدر مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی تھے۔ مرکز میں تحریری کام کرنے والوں میں مولانا حامد علیؒ صاحب، مولانا وحیدالدین خاں صاحب باقاعدہ اس شعبہ سے متعلق تھے اور مولانا عروج قادری صاحب ایڈیٹر "زندگی" تھے۔ مولانا وحیدالدین خاں صاحب میرے ساتھ رہتے تھے مجھ سے بہت قریب تھے۔ مولانا صدرالدین صاحب خاموش طبع اور کم سخن ہیں پھر بھی انتہائی بے تکلفی ہوگئی تھی اور اللہ کا شکر ہے کہ آج تک باقی ہے ہر طرح کے مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا جماعتی، سیاسی، تحقیقی، کتاب کے مشکل مقامات تمام امور پر گفتگو ہوتی، ساتھ ہی ٹہلتے جاتے دفتر میں بسا اوقات گھنٹوں باتیں ہوتی رہتیں اس طرح ایک پرفضا علمی ماحول بن گیا تھا۔ اسکے بعد "زندگی" کے مستقل مضمون نگاروں میں شامل ہوگیا

میرا تصنیفی کام بھی "زندگی" میں قسط وار چھپتا رہا۔ شروع میں اسلامی معاشرے پر لکھا پھر "اسلام کا شورائی نظام" لکھا مولانا امین احسن صاحب اصلاحی نے اس مضمون کو پورا کا پورا "میثاق" میں شائع کیا یہ پہلی کتاب تھی جو پاکستان میں چھپ چکی ہے۔ یہاں (ہندوستان میں) میں ٹال رہا ہوں کہ نظرثانی کرلوں۔ پھر رامپور کے زمانہ قیام ہی میں "عورت اسلامی معاشرہ میں" "خدا اور رسول کا تصور" "انسان اور اسکے مسائل" اور "اسلام کی دعوت" وغیرہ کتابیں شائع ہوئیں۔

س:۔ علی گڑھ کیونکر منتقل ہوئے؟

ج:۔ مرکز جماعت رامپور سے دہلی منتقل ہوگیا تھا۔ چنانچہ اگست سنہ ۱۹۷۰ء میں جماعت ہی کے فیصلے کے تحت شعبہ تحقیق و تصنیف کو رامپور سے علیگڑھ منتقل کردیا گیا یہ خیال تھا کہ علی گڑھ میں لائبریری کی سہولت ہے پھر یہ کہ وہاں کے اساتذہ سے مدد ملے گی۔

س:۔ وہاں پہونچنے کے بعد آپ نے کیا کیا کام کئے؟

ج:۔ علی گڑھ پہونچنے کے بعد مختلف موضوعات پر لکھا جیسے "معروف و منکر" لکھی، "عورت اور اسلام" "مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں" وغیرہ لکھیں بعد میں حالات کے تقاضے کے تحت "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ"، "اسلام اور مشکلات حیات" "اسلام میں خدمت خلق کا تصور" اور "صحت و مرض" کتابیں لکھیں اور چھپیں، انکے علاوہ اور بھی بہت سارے موضوعات پر حسب ضرورت لکھتا رہا، ابھی پانچ چھ کتابیں مکمل نہیں ہوسکی ہیں "زندگی" وغیرہ میں مضامین کی شکل میں موجود ہیں۔

س:۔ کیا آپ کی کتابوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں بھی ہوئے ہیں؟

ج:۔ "معروف و منکر" کا ترجمہ چھ زبانوں میں ہوچکا ہے عربی، ترکی، انگریزی، ہندی، بنگلہ، تمل، اسلامی فکر کو سمجھنے کیلئے بہت مدلل چیز ہے میں نے اس میں

تحریکی فکر کو سمجھانے کی کوشش کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ سلف نے بھی یہی سمجھا تھا اگرچہ اصطلاحات الگ تھیں افسو (IIFSO) بھی اسے چھاپ رہی ہے اور تقسیم کر رہی ہے۔ پاکستان میں جمعیۃ الطلبہ نے اپنے کورس میں داخل کر رکھا ہے، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے بتایا کہ جب یہ کتاب عربی میں آئی تو مصر کی عدالت میں ایک وکیل نے مقدمے میں اس کتاب کا حوالہ دیا "عورت اسلامی معاشرے میں" کا ترجمہ بنگلہ میں، "عورت اور اسلام" کا ترجمہ ہندی اور انگریزی میں چھپ رہا ہے "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ" کا انگریزی ترجمہ تیار ہے جلد ہی چھپ جائیگا، "اسلام میں خدمت خلق کا تصور" کا انگریزی ترجمہ اسلامک فاؤنڈیشن مدراس والے شائع کر رہے ہیں، تمل ترجمہ بھی ہوا ہے، ہندی ترجمہ بھی ہوا ہے نظر ثانی ہو رہی ہے۔
"انسان اور اسکے مسائل" کا ہندی ترجمہ بھی ہو گیا ہے اور جلد ہی شائع ہو جائے گی

س:- جلد ہی آپکی ایک کتاب "صحت و مرض" آئی ہے اس موضوع پر قلم اٹھانے کا کیونکر خیال پیدا ہوا؟

ج:- صحت ایک عالمی مسئلہ ہے ہر انسان کا مسئلہ ہے اس کے متعلق بہت سے نئے مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ تمام قدیم و جدید مسائل کو سامنے رکھ کر میں نے یہ کتاب تیار کی ہے صحت کا تحفظ کیسے ہو، فضا کیسے ٹھیک رکھی جائے، مریضوں کے ساتھ کیسے معاملہ ہو، خودکشی کا مسئلہ، علاج میں حلال و حرام کا مسئلہ، لاعلاج مریضوں کو بذریعہ انجکشن ختم کرنے کا مسئلہ وغیرہ ان تمام موضوعات پر میں نے بحث کی ہے۔ اس کتاب کی افتتاحی تقریب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا "کاش یہ کتاب میں لکھتا"

س اس وقت آپ کس موضوع پر کام کر رہے ہیں؟

ج:- ہندوستان کے موجودہ ماحول کے پس منظر میں اس وقت میں "غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت" کے موضوع پر کام کر رہا ہوں، ہر طرح کے تعلقات خواہ سماجی و معاشرتی ہوں یا سیاسی ہوں، قرآن و حدیث اور فقہاء کی آراء بطور خاص پیش نظر ہیں۔ جہاں کہیں فقہ میں سختی محسوس ہوتی ہے اسکو دور کرنے کی بھی کوشش کر رہا ہوں۔ کسی خاص مسلک کی پابندی نہیں کرتا جو مسلک حالات کے اعتبار سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اسے ترجیح دیتا ہوں۔

س:- آئندہ کن موضوعات پر کام کا ارادہ ہے؟

ج:- "کمزور طبقات اور اسلام" کے عنوان پر میری کئی قسطیں چھپی ہیں لیکن ابھی کام ادھورا ہے اسے مکمل کرنے کا ارادہ ہے اسی طرح "اسلام کا نظریہ معاد" ادھوری ہے۔ اسے مکمل کرنے کا ارادہ ہے، اور پھر خاندان سے متعلق مختلف پہلوؤں پر کام پیش نظر ہے۔

س:- "ادارہ تحقیق و تصنیف" کے سکریٹری آپ کب ہوئے؟

ج:- ادارہ تحقیق و تصنیف کو ۱۹۸۰ء یا ۱۹۸۱ء میں جماعتی فیصلے کے تحت ایک آزاد سوسائٹی کے تحت کر دیا گیا، شروع میں جب قائم ہوا تھا تو مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی صدر اور میں سکریٹری چنا گیا پھر جب مولانا صدر الدین صاحب پھولپور منتقل ہو گئے تو مولانا محمد فاروق خاں صاحب صدر بنے اور میں سکریٹری علی حالہ برقرار رہا۔ اور اب تک چلا آرہا ہوں۔ ادارہ جب آزاد ہوا تو اس وقت اسکی جانب سے ایک ترجمان نکالنے کا فیصلہ ہوا جو "تحقیقات اسلامی" کے نام سے مسلسل نکل رہا ہے اسکے ادارت کی ذمہ داری بھی میرے ہی سر ہے، ۱۲۰ صفحات پر مشتمل یہ ترجمان الحمدللہ پابندی سے

نکل رہا ہے۔ تعاون بھی حاصل ہو رہا ہے۔ جماعت کے باہر کے مصنفین بھی مضامین دے رہے ہیں، علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے پاکستان کے ایک رسالہ نے لکھا ہے کہ "ہند و پاک میں اسلامیات پر سب سے معتبر رسالہ ہے۔"

س:۔ "زندگی" اور دیگر رسائل نکل رہے تھے پھر اس ترجمان کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

ج:۔ "زندگی" اور "الحسنات" وغیرہ دیگر رسائل ہلکے پھلکے اور عام فہم انداز کے مضامین شائع کرتے تھے اور دعوتی اسلوب غالب رہتا تھا۔ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی خالص علمی انداز میں اسلام پر تحقیقی کام ہو اور اسے شائع کیا جائے۔ اس لئے الگ سے ترجمان نکالنے کا فیصلہ ہوا جو خالص علمی مضامین شائع کرے۔

س:۔ ادارہ تحقیق و تصنیف کے پیش نظر اور بھی مقاصد تھے؟

ج:۔ نوخیز مصنفین کی تیاری اور ٹریننگ بھی پیش نظر تھی جس کا سلسلہ جاری ہے اسکے علاوہ مختلف جگہوں پر جو مصنفین اسلامی موضوعات پر لکھ رہے ہیں انہیں باہم جوڑنا اور تشویق دینا اور ان کے کاموں کو شائع کرنا بھی پیش نظر تھا۔ چنانچہ اب تک دس پندرہ کتابیں شائع کی گئی ہیں۔

س:۔ کیا آپ کسی اور پرچے کے مدیر رہے ہیں؟

ج:۔ مولانا عروج قادریؒ صاحب کی وفات کے بعد چار پانچ سال "زندگی" بھی میری ادارت میں رہا ہے۔ بعد میں مصروفیات بڑھیں، دونوں رسالوں کو نبھانا مشکل ہو گیا تو معذرت کر لی اس کے بعد سے ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی صاحب مدیر ہیں

س:۔ جماعت اسلامی ہند کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اور کب سے ہیں؟

ج:۔ مرکزی شوریٰ کا رکن بہت پہلے سے چلا آ رہا ہوں البتہ مولانا سراج الحسن صاحب جب امیر جماعت منتخب ہوئے تو انہوں نے شوریٰ کے مشورے سے اور دستور کی رو سے نائب امراء متعین کئے۔ اور مجھے نائب امیر برائے تربیت مقرر کیا علی گڑھ میں پھیلے ہوئے کاموں کے پیش نظر میں نے علیگڑھ ہی میں قیام کی شرط کے ساتھ اسے قبول کر لیا اور مولانا نے اسے منظور فرمایا دوبارہ انتخاب کے بعد بھی مجھے باقی رکھا۔ چنانچہ اس ذمہ داری کے بعد مصروفیات اور بڑھ گئیں، جماعتی دورے ہونے لگے، تنظیمی امور بھی دیکھنے لگا۔

س:۔ کیا جماعت کے علاوہ بھی کسی تحریک، انجمن یا ادارے سے آپ وابستہ ہیں؟

ج:۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے بنیادی ممبروں میں سے ہوں۔ مسلم مجلس مشاورت کا بھی ممبر ہوں، جماعت کے مختلف آزاد اداروں کا بھی ممبر ہوں۔ مثلاً اشاعت اسلام ٹرسٹ، دعوت ٹرسٹ، اسلامک پبلیکیشنز وغیرہ۔

س:۔ کیا کسی بین الاقوامی ادارے کے بھی آپ ممبر ہیں؟

ج:۔ "الهيئة الخيرية العالمية" کویت کا ممبر ہوں پہلے مولانا ابواللیث صاحب ندویؒ اسکے ممبر تھے لیکن وہ کبھی نہیں گئے وہ جانا پسند نہیں کرتے تھے موجودہ امیر جماعت کے نام دعوت نامہ آیا تو انہوں نے نمائندگی کے لئے مجھے بھیجا اور پھر انہوں نے مجھے اپنا ممبر بنا لیا۔

س:۔ آپ نے بیرون ملک کہاں کہاں کا سفر کیا ہے؟

ج:۔ سعودی عرب دو بار گیا ہوں۔ ایک بار تو حج کیلئے گیا اس لئے زیادہ ادھر ادھر جانے کا موقع نہیں ملا البتہ دوسری بار مختلف مقامات پر گیا ہوں اور ملک کو تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملا۔ کویت بھی دو بار گیا ہوں۔ متحدہ عرب امارات بھی جانا ہوا ہے۔ بحرین، قطر، ابوظہبی، وغیرہ، انقلاب کے بعد ایران کا بھی تفصیلی دورہ کیا تھا۔

ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا اور سوالات کی ایک لمبی فہرست باقی تھی کہ اچانک صدر انجمن طلبہ قدیم مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب مولانا کو بلانے کیلئے تشریف لائے کیونکہ انجمن طلبہ قدیم نے انکے اعزاز میں استقبالیہ کا پروگرام رکھا تھا۔ جہاں طلبہ قدیم مولانا کا انتظار کر رہے تھے چونکہ مولانا کے پاس وقت کم تھا اس لئے ہم نے تمام سوالات کو سمیٹتے ہوئے چلتے چلتے ایک آخری سوال کیا؟

س:۔ مولانا اب جبکہ آپ جامعہ کے ناظم اعلیٰ منتخب ہو چکے ہیں جامعہ کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں آپکے عزائم کیا ہیں؟ اولین ترجیح کیا ہوگی؟ کیا اس موقع سے کچھ پیغام دینا پسند کریں گے؟

ج:۔ اچانک یہ ذمہ داری مجھ پر آگئی ہے ابھی زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا ہے بہت سی چیزیں ذہن میں آتی ہیں۔ یہ علمی ادارہ ہے ہماری پوری کوشش ہوگی کہ اسکا پورا ماحول علمی ہو، علمی مسائل پر غور و فکر، بحث و تمحیص اور تحقیق ہو۔ یہاں کی تعلیم کو اسقدر مستحکم کر دیں کہ ہمارے کسی طالبعلم کو یہاں کے بعد کہیں اور جانیکی ضرورت محسوس نہ ہو۔ اسے کوئی کمی نہ محسوس ہو کہ جس کی تکمیل کیلئے دوسری جگہ جانے کے بارے میں سوچے ادارہ تحقیق سے بھی اسکا ربط رہے لکھنے پڑھنے والوں سے طلبہ و اساتذہ کا ربط ہوگا تو علمی فضا پیدا ہوگی۔

ہمارے یہاں ایسی لائبریری ہو کہ علمی و تحقیقی کام کرنیوالوں کو کمی محسوس نہ ہو ضرورت کے سارے ماخذ موجود ہوں۔ کسی بھی موضوع پر کوئی کام کرنا چاہے تو اسے کتابوں کی کمی کی شکایت نہ ہو۔ لائبریرین بھی اونچے معیار کا ہو جو رہنمائی کر سکے، سمینار، سمپوزیم اور طلبہ کے درمیان علمی مقابلے ہوں۔ اساتذہ کی رہنمائی میں یہ سارا کام انجام دیا جاتے، طلبہ و اساتذہ کا تعلق مضبوط ہو سب شیر و شکر ہو کر رہیں، صحیح بات یہ ہے کہ عملاً

کام یہیں کے لوگوں کو کرنا ہے۔ میرا قیام تو یہاں مشکل ہے ان شاء اللہ آمد و رفت رہے گی۔ اور مختلف ذرائع سے رابطہ رکھوں گا بہت سی ذمہ داریاں ہیں ادارہ تحقیق کے انتظامی امور بھی دیکھتا ہوں اس کام کو سنبھالنے والا کوئی مناسب فرد مل جائے تو شاید زیادہ وقت یہاں کے لئے نکال سکوں۔

غزل

شفیع اللہ خاں رازؔ اعمادی

رو برو شب میں طلسمات کا آئینہ تھا
چاند تاروں کی عنایات کا آئینہ تھا

دیکھتے ہی مرے احباب نے منہ پھیر لیا
بدنما ترکِ ملاقات کا آئینہ تھا

آنکھ والوں کے تھے ہاتھوں میں نکیلے پتھر
سامنے اندھی روایات کا آئینہ تھا

دوستو خون میں نہایا ہوا چہرہ تھا مگر
عشقِ صادق کے مقامات کا آئینہ تھا

ہوش کھو بیٹھے تعصب کو بڑھانے والے
میرے ہاتھوں میں مساوات کا آئینہ تھا

حشر میں یاد ذہن کے گوشوں سے ابھر آئی تھیں
کتنا رنگین عنایات کا آئینہ تھا

سرخ چہرے سے نمایاں تھا تشدد کا جلال
دستِ قاتل میں تضادات کا آئینہ تھا

دور رہ کر بھی کسی طور سمجھتا کیسے
ان کا مکتوب ہدایات کا آئینہ تھا

سخت الفاظ کی تحریک ہوئی ٹوٹ گیا
کتنا نازک مرے جذبات کا آئینہ تھا

مجھ سے پوچھو نہ مرے شہر کا عالم اے رازؔ
خون میں ڈوبی ہوئی برسات کا آئینہ تھا

ہے ہمالہ سے بھی اونچا مینار فلاح

۲۰، ۲۱ ؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو جامعۃ الفلاح میں "اسلامی معاشیات - امور و مسائل" کے موضوع پر الجمعیۃ الهندیۃ للاقتصاد الاسلامی کے اشتراک و تعاون سے جو دو روزہ سیمینار منعقد ہوا تھا اس میں صدر جامعہ مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی نے شرکاء سیمینار کے سامنے جو استقبالیہ پیش کیا تھا، وہ گوناگوں پہلوؤں سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسکی اسی اہمیت کے پیش نظر اسے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد

مہمانانِ گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ہم خادمانِ جامعۃ الفلاح کو آپ کے قدوم میمنت لزوم سے جتنی مسرت ہے وہ بیان کرنے کی چیز نہیں۔ آج تمام طلبہ و اساتذہ اور تمام ذمہ داران جامعہ معزز مہمانوں کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور انکے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس جامعہ کیلئے اپنے قیمتی اوقات کی قربانی دی۔

مہمانانِ گرامی! اسلامی معاشیات کے موضوع پر ہونے والے اس دو روزہ سیمینار کیلئے آپ نے جامعۃ الفلاح کا انتخاب کیا ہے، آپ کا یہ انتخاب ہر طرح سے مناسب اور قابل صد تحسین ہے۔

ظاہر ہے اس سیمینار کیلئے اس سے زیادہ موزوں ادارہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ہندوستان کے عربی اداروں میں شاید جامعۃ الفلاح ہی وہ واحد ادارہ ہے

جس کے نصاب میں باقاعدہ علم الاقتصاد یا علم معاشیات داخل ہے۔ چنانچہ مستقل طور پر یہاں علم معاشیات کے پیریڈ ہوتے ہیں اور باقاعدہ اسکی تدریس ہوتی ہے۔

مہمانانِ گرامی! شاید اس موقع پر آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ کیا جامعۃ الفلاح اپنے نظام تعلیم میں ملک کی قدیم عربی درسگاہوں کا پیرو نہیں ہے؟ کیا وہ نصاب تعلیم کے لحاظ سے اپنی کوئی جداگانہ حیثیت رکھتا ہے؟

ہمیں اس حقیقت کا اعلان و اعتراف کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ جامعۃ الفلاح کی اپنی جداگانہ حیثیت ہے۔ وہ اس لحاظ سے دوسری تمام درسگاہوں کے مقابلے میں ایک امتیازی شان کا مالک ہے۔ کہ اس کا خود اپنا سوچا ہوا ایک نظام تعلیم اور خود اپنا تیار کیا ہوا ایک نصاب تدریس ہے۔ جس میں عصر حاضر کے تقاضوں کی بہت حد تک رعایت کی گئی ہے۔ جس میں قدیم صالح اور جدید نافع کا حسین امتزاج ہے۔ جو نئے اور پرانے علوم کا بہترین سنگم ہے۔ چنانچہ یہاں جس طرح تفسیر، حدیث اور فقہ کے پیریڈ ہوتے ہیں، اسی طرح باقاعدہ سیاسیات، معاشیات، ہوم سائنس اور ایجوکیشن وغیرہ کے بھی پیریڈ ہوتے ہیں۔ یہاں جس طرح شرعی علوم پر توسیعی لکچرس ہوتے ہیں، اسی طرح عصری علوم پر بھی ہوتے ہیں۔

غالباً یہ خصوصیت جامعۃ الفلاح کو اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ اس کا مقصد اور نصب العین تعلیم برائے تعلیم نہیں بلکہ تعلیم برائے اقامت دین ہے۔ یہ ادارہ چونکہ اقامت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا بلند نصب العین لے کر آگے بڑھا ہے، اس وجہ سے اسکے نظام میں یہ وسعت اور یہ آفاقیت آئی فطری بات تھی۔ کیونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ممکن نہیں جب تک تمام علوم پر دسترس نہ حاصل کی جائے، اور پھر انہیں جاہلیت کے اثرات سے آزاد

کرکے اسلامی سانچوں میں ڈھالنے کی سعی نہ کی جائے۔

اقامت دین کا فریضہ اس طرح سے کبھی انجام پا ہی نہیں سکتا کہ ہم پہلے آپ کو زندگی کے انتہائی تنگ اور محدود دائروں میں محصور کرلیں اور وسیع علمی میدانوں کو چھوڑ دیں کہ اس میں جاہلی عناصر یا شیطانی قوتیں اپنی جولانیاں دکھائیں اور اپنی ترک تازیوں سے زندگی کے بڑے حصے پر قابض ہو جائیں جیسا کہ عملاً اس وقت یہی نظارۂ جانکاہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔

دوسری خصوصیت جس نے جامعۃ الفلاح کے نظریۂ تعلیم میں یہ وسعت پیدا کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نظام تعلیم کا اصل محور قرآن پاک کو بنایا ہے۔ قرآن پاک ہی اس کے پورے نظام تعلیم کی اساس اور اسکے فکری ڈھانچے کی روح ہے۔ اس کے نزدیک قرآن پاک کی مثال ایک درخشاں آفتاب کی ہے اور بقیہ دیگر علوم نظام شمسی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب اگر یہ نظام شمسی اپنے آفتاب سے دور ہو جائے یا اس سے بے تعلق ہو جائے تو اس کا نتیجہ تباہی اور ہلاکت سامانی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟

اسی لئے جامعۃ الفلاح کا یہ ایمان ہے کہ کوئی بھی علم جسکی قرآن پاک نے ہدایت کی ہے یا جس کے سلسلے میں کوئی رہنمائی دی ہے اس سے بے تعلقی یا اسکے سلسلے میں کوتاہی جائز نہیں ہے۔

ضروری ہے کہ وہ سارے علوم پڑھے پڑھائے جائیں مگر اس طور سے کہ اس مہر درخشاں سے ان کا تعلق ٹوٹنے نہ پائے۔ وہ نہ صرف یہ کہ اسی قرآن کی روشنی میں پڑھے اور پرکھے جائیں، بلکہ اسکی روشنی میں انکی تدوین جدید کی جائے۔

مہمانان گرامی! جامعۃ الفلاح کو اس لحاظ سے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس نے ان عصری علوم کو ہمیشہ قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے ان عصری علوم کو اس نے نہ صرف اپنے نصاب تعلیم میں جگہ دی ہے، بلکہ یہاں

اس کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہ ان علوم کے ماہرین کو دعوت دی جائے اور ان سے ان علوم پر توسیعی خطبے دلوائے جائیں۔

ابھی ہمارے پاس اسکے وسائل تو نہیں ہیں کہ ہم اپنے ہاں ان عصری علوم کی اعلیٰ تعلیم کا نظم کر سکیں، لیکن ہمارے منصوبے میں یہ چیز داخل ہے کہ ہم اسلامی کردار اور اسلامی غیرت و حمیت رکھنے والے مومن اور متقی اساتذہ سے ہی بچوں کو عصری علوم کی مکمل تعلیم دلانے کا نظم کر سکیں۔ تاکہ ان بچوں کو آخر تک صحیح رہنمائی حاصل رہے۔ اور وہ عصری علوم کی تحصیل کرتے ہوئے بھی کتاب الٰہی اور سنت رسول کو سینے سے لگائے رہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان طلبہ کو عصری علوم بھی قرآن و سنت کی ہی روشنی میں پڑھائے جائیں۔ قرآن و سنت میں انکے سلسلے میں جو رہنما خطوط ملتے ہیں وہ ہمیشہ انکے ذہن نشین رہیں۔

مہمانان گرامی! آج کا دور کسی ایسے ہی نظام تعلیم کا متقاضی ہے۔ اور یہی نظام تعلیم ہے جو آج کے قحط الرجال کا مداوا کر سکتا ہے۔

یہی نظام تعلیم ہے جو امت کے فکری افلاس اور عملی انحطاط کا ازالہ کر سکتا ہے۔

یہی نظام تعلیم ہے جو اس امت کو علمائے ماہرین اور قائدین باتمکین سے مالا مال کر سکتا ہے۔

یہی نظام تعلیم ہے جو امت کی زبوں حالی کو خوش حالی اور اسکی خزاں کو بہار میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یہی نظام تعلیم ہے جو آج بھی کوئی ابو حنیفہؒ اور کوئی بخاریؒ، کوئی حسن البناؒ اور کوئی غزنویؒ، کوئی فراہیؒ اور کوئی مودودیؒ پیدا کر سکتا ہے۔

ہماری جامعۃ الفلاح یہی نظام تعلیم لے کر آگے بڑھا ہے۔ اس طرح بے تکلف کہا جا سکتا ہے کہ یہ جامعۃ الفلاح امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کی طرف ایک سنجیدہ

اور جرأت مندانہ قدم ہے۔ جامعۃ الفلاح ایک زبردست علمی اور دینی تحریک ہے جو اگر بداندیشوں کی نظر بد سے بچا رہا اور خیرخواہوں کی غفلتوں کا شکار نہ ہوا تو یہ اس امت کے اندر اپنا قائدانہ رول ادا کرے گا۔ اور ایک نہ ایک دن یہ قوم کو غفلت و مدہوشی کے بستروں سے اٹھا کر جہد و عمل کے کارزار میں لا کھڑا کرے گا۔

مہمانان گرامی!

یہ ہے ہمارا جامعۃ الفلاح۔ آج ہمارا بچہ بچہ جوش و نشاط سے سرشار ہے اور وہ کچھ بننا اور کچھ کرنا چاہتا ہے۔

آج وہ نہایت وارفتگی کے عالم میں گنگناتا ہے ؎

ہے ہمالہ سے بھی اونچا مرا مینار فلاح

آج اسی فلاح کا اونچا مینار اور اس مینار کے تمام معماروں کی اتھاہ گہرائیوں سے آپکو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ آپکو بھی اپنا ہمسفر سمجھتے ہیں کہ وہ جس اسلامی نشأۃ ثانیہ کے آرزومند ہیں، آپ اپنی تحقیقات اور علمی کاوشوں سے اسی نشأۃ ثانیہ کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپکی نیک کوششوں میں برکت دے اور ہم سب کو غلبۂ اسلام کی جد و جہد میں مصروف رکھے۔ آمین، آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

خوش آمدید
ماہ رمضان المبارک

قمر رام نگری

لافانی دولتوں کا مہینہ پھر آگیا
رمضان رحمتوں کا مہینہ پھر آگیا

روزی کی برکتوں کا مہینہ پھر آگیا
خالق کی شفقتوں کا مہینہ پھر آگیا

اک نیکی کر کے پاتے ہیں ستر کا ہم ثواب
رب کی عنایتوں کا مہینہ پھر آگیا

دن رات دونوں کٹتے ہیں رب ہی کی یاد میں
طرفہ عبادتوں کا مہینہ پھر آگیا

خلد دوام سے بھی ہے جسمیں حسیں صبح و شام
مژدہ وہ فرحتوں کا مہینہ پھر آگیا

ہم جھیلتے ہیں جسکو ہر اک دن خوشی خوشی
ان پیاری کلفتوں کا مہینہ پھر آگیا

بھوکے پیاسے رہ کے بھی رہتے ہیں کتنے خوش
دینی حلاوتوں کا مہینہ پھر آگیا

عقبیٰ کیسا کہ جسمیں ہے دنیا کی بھی فلاح
ان نوری نعمتوں کا مہینہ پھر آگیا

اشراق اور چاشت تہجد کی ہے بہار
پیاری عبادتوں کا مہینہ پھر آگیا

آئی ہوئی ہے خیر کے گلشن میں پھر بہار
تقویٰ کی طاعتوں کا مہینہ پھر آگیا

نازل ہوا ہے جسمیں خدا کا کلام پاک
بے حد فضیلتوں کا مہینہ پھر آگیا

رہتا ہے سال بھر سے ہمیں جسکا انتظار
واللہ وہ برکتوں کا مہینہ پھر آگیا

بخشش کا مغفرت کا جو ضامن ہے بیگماں
دوزخ سے براءتوں کا مہینہ پھر آگیا

شیطان قید ہیں تو کھلے ہیں در بہشت
رب کی عنایتوں کا مہینہ پھر آگیا

قرآن پاک کا ہے ہر سمت جشن عام
اسکی تلاوتوں کا مہینہ پھر آگیا

صوم و صلوٰۃ ذکر و تلاوت کے فیض سے
رحمت سے قربتوں کا مہینہ پھر آگیا

رونق ہے مسجدوں میں نمازی ہیں شادکام
مسجد کی عظمتوں کا مہینہ پھر آگیا

جسمیں ہزار ماہ سے افضل ہے ایک شب
بے شک بدر نعمتوں کا مہینہ پھر آگیا

بوڑھے جوان چھوٹے بڑے مرد و زن قمر
سب کی مسرتوں کا مہینہ پھر آگیا

زکوٰۃ کا مصرف "فی سبیل اللہ"

پہلی قسط

عبدالبر اثری فلاحی

زکوٰۃ کا مقام

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے جیسا کہ مشہور حدیث میں ہے
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان والحج (متفق علیہ)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا

اس کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ قرآن میں ہر جگہ نماز کے ساتھ اسکا تذکرہ کیا گیا ہے چنانچہ اسی اہمیت کی وجہ سے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا اعلان کیا اور نماز و زکوٰۃ میں تفریق کو گوارا نہ کیا۔

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام

قرن اول میں زکوٰۃ کی وصولی اور ادائیگی کا اجتماعی نظم تھا اس کے جو سنہرے نتائج سامنے آئے وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں لیکن بدقسمتی سے اب ایسا نہیں رہا، اس اجتماعی نظم کو دوبارہ زندہ کیا جانا چاہئے، اس نظم کی ایک تو وہ معیاری شکل ہے جو خلافت اسلامیہ کے قیام کی صورت میں ممکن ہے لیکن جب تک یہ نہیں ہوتا اس وقت تک جس سطح پر بھی ممکن ہو اس کے اجتماعی نظم کو قائم کرنا چاہئے کیونکہ اس بے نظمی کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم کو ان کے صحیح مصارف میں نہیں لگایا جا رہا ہے اور نہ ہی صحیح

ڈھنگ سے تقسیم ہو پا رہا ہے نتیجہ یہ ہے کہ اس کے جو سماجی و معاشرتی فوائد ہیں وہ مفقود ہیں۔

زکوٰۃ کا معاشرتی فائدہ

زکوٰۃ کی فرضیت کا جہاں یہ فائدہ ہے کہ افراد کی ضرورتیں پوری ہوں اور انکا فقر و احتیاج ختم ہو وہیں اس کا یہ بھی فائدہ ہے کہ مصالح عامہ کے کام بھی اس سے انجام پائیں جیسا کہ اس کے مصارف پر ایک نظر ڈالنے سے صاف اندازہ ہوتا ہے لیکن فی زمانہ اس کا دوسرا پہلو (مصالح عامہ) تو بالکل نظر انداز ہے جبکہ اس وقت اس پر خرچ کرنے کی شدید ضرورت ہے اور علماء نے اس پر خرچ کرنے کو ایجاب زکوٰۃ کی غرض و غایت میں شمار کیا ہے۔

علامہ ابن رشدؒ مالکی لکھتے ہیں۔

العلة فی ایجاب الصدقة للأصناف المذکورین هو الحاجة فقط او الحاجة والمنفعة العامة (بدایة المجتهد ج ۱ ص [illegible])

مذکورہ اصناف کیلئے صدقہ واجب ہونے کی علت یا تو محض حاجت ہے یا حاجت اور منفعت عامہ ہے۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

الذین یاخذون الزکوٰة صنفان: صنف یاخذ لحاجة کالفقیر والغارم لمصلحة نفسه وصنف یأخذها لحاجة المسلمین کالمجاهد والغارم فی اصلاح ذات البین (فتاوی ابن تیمیه ج ۲۵ ص ۹۰)

زکوٰۃ لینے والے دو طرح کے ہیں ایک وہ جو اپنی ضرورت کے تحت لیتے ہیں جیسے فقیر اور ذاتی ضرورت کے تحت قرض سے گراں بار، دوسرے وہ جو امت مسلمہ کی ضرورت کے تحت لیتے ہیں جیسے مجاہد اور دو آدمیوں

کے درمیان صلح کرانے کیلئے قرض سے گراں بار۔

امام بغوی نے "شرح السنۃ" میں شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اور سید قطب شہیدؒ نے "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام" میں اسی انداز کی بات لکھی ہے۔

جہاں تک منفعت عامہ اور مصالح عامہ کے کاموں میں خرچ کا تعلق ہے اس کیلئے سب سے کشادہ مصرف "فی سبیل اللہ" ہے لیکن حالات کے پیش نظر علماء متقدمین نے اس کا جو محل اور مدلول متعین کیا تھا آج بھی ہم اسی پر قانع ہیں حالانکہ حالات بہت کچھ بدل چکے ہیں پرانے محل اور مدلول کے بجائے بہت سے نئے محل اور مدلول پیدا ہو چکے ہیں لیکن قدیم متعین مدلول اور محل پر اصرار کی وجہ سے نئے محلوں اور مدلولات پر خرچ کرنے کیلئے سوچتے بھی نہیں جبکہ اس کی پوری گنجائش موجود ہے جیسا کہ خود اس لفظ کے معنی، قرآن و احادیث میں اسکے استعمالات اور بہت سے قدیم و جدید علماء کی تصریحات سے صاف واضح ہے۔

سبیل اللہ کا مفہوم

لفظ سبیل پر بحث کرتے ہوئے مشہور لغوی ابن منظور لکھتے ہیں۔

"السبیل الطریق وما وضح منه ویذکر ویؤنث وسبیل اللہ طریق الهدی الذی دعا الیه ...... وکل ما امر اللہ به من الخیر فهو من سبیل اللہ ای من الطریق الی اللہ واستعمل السبیل فی الجهاد اکثر لانه السبیل الذی یقاتل فیه علی عقد الدین وقوله فی سبیل اللہ ارید به الذی یرید الغزو ولا یجد ما یبلغه مغزاه فیعطی من سهمه وکل سبیل ارید به اللہ عز وجل وهو بر فهو داخل فی سبیل اللہ"

(لسان العرب ج ۱۱ ص ۳۲۰-۳۱۹)

سبیل راستہ اور نشان راہ کو کہتے ہیں یہ مذکر و مؤنث دونوں مستعمل ہے سبیل اللہ کا مطلب ہے وہ راہ ہدایت جس کی طرف اس نے بلایا ہے ..... اللہ تعالیٰ نے جن نیک کاموں کا حکم دیا ہے سب سبیل اللہ میں شامل ہیں لیکن زیادہ تر سبیل اللہ کا استعمال جہاد کے معنی میں ہوا ہے کیونکہ جہاد ہی وہ راستہ ہے جس میں دین کو برپا کرنے کیلئے قتال کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول "وفی سبیل اللہ" سے مراد وہ لوگ ہیں جو قتال کا ارادہ کرتے ہیں اور میدان جنگ تک پہنچنے کیلئے وسائل نہیں پاتے تو انہیں فی سبیل اللہ کے حصے میں سے دیا جائیگا۔ اور ہر وہ راہ جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

"السبیل فی الاصل الطریق وسبیل اللہ عام یقع علی کل عمل خالص سلك به طریق التقرب الی اللہ عز وجل باداء الفرائض والنوافل وانواع التطوعات واذا اطلق فهو فی الغالب یقع علی الجهاد حتی صار لکثرة الاستعمال کانه مقصور علیه" (النهایۃ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۱۵۶)

سبیل اصل میں راہ کو کہتے ہیں اور سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جس کا اطلاق ہر اس عمل خالص پر ہوتا ہے جس سے تقرب الٰہی مقصود ہو لیکن جب یہ لفظ مطلقاً استعمال کیا جائے تو اکثر اس کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے چنانچہ کثرت استعمال سے یہ لفظ گویا جہاد کیلئے خاص ہو گیا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لغوی اعتبار سے سبیل کے اصل معنی راستے اور سبیل اللہ، اللہ تک پہنچانے والے راستے کو کہتے ہیں اصطلاحاً ہر نیک عمل سبیل اللہ کے دائرے میں آتا ہے البتہ اس کے غالب معنی جہاد کے ہیں۔

"فی سبیل اللہ" قرآن میں

لفظ سبیل قرآن میں بھی اپنے خاص لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے "واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا" (سورۃ الکہف: ۶۳)

اور اس نے دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی۔

اسی طرح سبیل اللہ جہاں اپنے عمومی معنی (ہر نیک عمل) میں استعمال ہوا ہے وہیں صرف خصوصی معنی (جہاد) کیلئے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں اسکے استعمالات پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن میں سبیل اللہ ۶۰ سے زائد مقامات پر استعمال ہوا ہے کہیں حرف "فی" کے ساتھ اور کہیں حرف "عن" کے ساتھ جہاں "عن" کے ساتھ آیا ہے وہاں اس سے پہلے یا تو فعل "صد" آیا ہے یا فعل "اضلال" آیا ہے مثلاً

ان الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ قد ضلوا ضلالا بعیدا (النساء: ۱۶۷)

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا پس وہ شدید گمراہی میں پڑے۔

ان الذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ (الانفال: ۳۶)

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم (لقمان: ۶)

اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو ان باتوں کے خریدار بنتے ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کے راستے سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے۔

اور جہاں "فی" کے ساتھ آیا ہے اور عموماً "فی" ہی کیساتھ آیا ہے وہاں اس سے پہلے انفاق، ہجرت، جہاد، قتال، مخمصہ یا ضرب جیسے افعال استعمال

ہوئے ہیں جیسے

وانفقوا فی سبیل اللہ ... (البقرۃ: ۱۹۵) اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو

والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ... (النحل: ۴۱) اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کیا

وجاھدوا فی سبیل اللہ ... (البقرۃ: ۲۱۸) اور جنہوں نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔

یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون (التوبۃ: ۱۱۱)

وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔

اب "سبیل اللہ" کے مندرجہ بالا دونوں استعمالات پر غور کریں جہاں "صد" یا "اضلال" کے بعد استعمال ہوا ہے کیا وہاں صرف جہاد مراد لینا ممکن ہے وہاں تو صاف مطلب یہ ہے کہ ہر نیک کام سے روکتے ہیں یا روکتے ہیں اور صحیح راستے سے بھٹکاتے ہیں۔

رہا دوسرا استعمال تو انہیں بھی کہیں عام معنی یعنی نیکی اور طاعت مراد ہے جیسے والذین ھاجروا فی سبیل اللہ (النحل: ۴۱) اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی

وغیرہ اور کہیں بالضبط جہاد مراد ہے جو اس کا خاص معنی ہے مثلاً

یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون (التوبۃ: ۱۱۱)

وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "فی سبیل اللہ" کا لفظ جب انفاق کے بعد آتا ہے تو اس سے معنی لازماً جہاد ہوتا ہے لیکن یہ دعوی مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ اس ذیل کی آیات کے استقراء سے یہ دعوی غلط قرار پاتا ہے قرآن میں جہاں جہاں فی سبیل اللہ کا ذکر انفاق کے بعد ہوا ہے وہاں

ہر جگہ صرف جہاد مراد نہیں لیا جاسکتا بلکہ کہیں عام معنیٰ ہے اور کہیں خاص معنیٰ مثلاً ملاحظہ فرمائیں۔

"الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا أذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" (سورۃ البقرۃ: ۲۶۲)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتلاتے اور نہ اذیت دیتے ہیں ان کیلئے رب کے پاس اجر ہے اور ان کیلئے نہ کسی خوف کا اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے،

اس آیت میں "فی سبیل اللہ" سے مراد صرف جہاد نہیں ہوسکتا کیونکہ آیت میں احسان جتلانے اور تکلیف پہونچانے کی بات کہی گئی ہے جو عام فقراء و محتاجوں پر خرچ کرنے ہی کی صورت میں ممکن ہے خصوصاً جہاد میں خرچ کرکے اذیت دینے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ایک دوسری آیت ملاحظہ ہو۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورۃ التوبۃ: ۳۴)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری دیدو۔

اس آیت میں بھی فی سبیل اللہ سے مراد عام معنیٰ ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی صراحت کی ہے خصوص طور پر صرف جہاد مراد نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئے گا کہ جو شخص اپنا مال فقراء و مساکین پر خرچ کرتا ہے لیکن خاص طور پر جہاد پر نہیں کرتا اس کا شمار بھی "کنز" کرنے والوں میں ہو اور وہ بھی عذاب کا مستحق قرار پائے۔

رہا فی سبیل اللہ کا دوسرا خاص معنیٰ جہاد و قتال تو اس معنیٰ میں بھی متعدد مقامات پر لفظ انفاق کے بعد استعمال ہوا ہے مثلاً سورہ بقرہ میں آیات قتال کے بعد آیا ہے۔

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (البقرۃ: ۱۹۵)

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اسی طرح دوسرے مقام پر آیا ہے۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون (الانفال: ۶۰)

اور انکے لئے جس حد تک کرسکو قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں نیز ان کے علاوہ ان دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے ہیبت زدہ کرسکو اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے وہ تمہیں پورا کردیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کیجائیگی۔

"فی سبیل اللہ" حدیث میں

احادیث میں بھی "سبیل اللہ" عمومی اور خصوصی دونوں ہی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے عمومی معنیٰ کے اعتبار سے متعدد نیک عمل کو فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو۔

عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل فرأی اصحاب رسول اللہ من جلدہ ونشاطہ فقالوا یا رسول اللہ لو کان ھذا فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ ان کان خرج یسعی علی ولدہ صغارا فھو فی سبیل اللہ وان کان خرج یسعی علی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل

اللہ وان کان خرج یسعی علی نفسہ یعفہا فہو فی سبیل اللہ وان کان خرج یسعی ریاء ومفاخرۃ فہو فی سبیل الشیطان رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح
(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۶۳)

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے پاس سے ایک شخص گذرا، اسکی بہادری اور نشاط دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے رسول اللہ کاش کہ یہ شخص راہ خدا میں ہوتا رسول اللہؐ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کیلئے تگ و دو کر رہا ہے تو بھی راہ خدا میں (فی سبیل اللہ) ہے اور اگر بڑے بوڑھے والدین کیلئے تگ و دو کر رہا ہے تو بھی راہ خدا میں ہے اور اگر اپنے لئے تگ و دو کر رہا ہے تاکہ اپنے کو رزق حرام سے بچائے تو راہ خدا میں ہے اور اگر بطور فخر و ریا تگ و دو کر رہا ہے تو شیطان کی راہ میں (فی سبیل الشیطان) ہے طبرانی نے اس حدیث کی روایت کی، اس حدیث کے تمام راوی صحیح (بخاری) کے راوی ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حج کو فی سبیل اللہ میں شامل کیا گیا ہے:

"ان رجلا جعل ناقۃ فی سبیل اللہ فارادت امرأتہ الحج فقال لہا النبی ارکبیہا فان الحج فی سبیل اللہ"
(سنن ابی داؤد) ایک آدمی نے اپنی اونٹنی اللہ کے راستہ میں دیدی، پھر اسکی بیوی نے حج کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اسے اس پر سوار کر دے کیونکہ حج بھی فی سبیل اللہ ہے۔

عمومی معنی کی طرح خصوصی معنی، جہاد کیلئے بھی فی سبیل اللہ قرآن و احادیث کے اندر استعمال ہوا ہے بطور

عن انسؓ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا وما فیہا (بخاری ومسلم کتاب الجہاد)

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فہو فی سبیل اللہ (بخاری کتاب الجہاد)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس نے قتال کیا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو پس وہ راہ خدا میں (فی سبیل اللہ) ہے۔

آیت مصارف زکوٰۃ میں "فی سبیل اللہ" کا مفہوم

مندرجہ بالا بحث سے صاف واضح ہے کہ سبیل اللہ لغت، قرآن اور احادیث تینوں میں ہر نیکی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن و احادیث میں بھی سبیل اللہ کے دونوں معانی (عمومی وخصوصی) میں استعمال کی وجہ سے مصارف زکوٰۃ والی آیت میں "وفی سبیل اللہ" کا مفہوم متعین کرنے میں علماء و مفسرین کے درمیان اختلاف ہوا ہے کسی نے صرف قتال و جہاد مراد لیا ہے اور کسی نے تمام نیک کام مراد لئے ہیں لیکن واقعۃً یہاں کیا مراد ہے اس پر ایک نفیس اور مفصل و مدلل بحث علامہ یوسف القرضاوی نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "فقہ الزکوٰۃ" میں کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

"میرا اپنا رجحان اس طرف ہے کہ یہاں سبیل اللہ کے عام معنی مراد نہیں لئے جا سکتے ہیں کیونکہ اس سے بہت زیادہ وسعت پیدا ہو جائیگی اور معاملہ آٹھ مصارف تک محدود نہیں رہے گا جب کہ آیت کا منشاء بظاہر یہی ہے کہ اسے آٹھ مصارف تک محدود رکھا جائے نبی کریمؐ کی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے "ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات، حکم فیہا فجزاہا ثمانیۃ اجزاء" صدقات کے معاملہ کو اللہ نے نبی یا کسی اور کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ خود اس کا فیصلہ فرما دیا چنانچہ اس کے آٹھ مصارف مقرر فرمائے۔

یوں دیکھا جائے تو سبیل اللہ میں اس کے عام معنی کے لحاظ سے فقراء و مساکین کی معاونت بھی شامل ہے اور بقیہ اصناف بھی کیونکہ یہ سب نیکی اور طاعت ہی کے کام ہیں پھر اس مصرف میں اور دیگر بیان کردہ مصارف

میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

اللہ کا کلام نہایت بلیغ اور معجزانہ شان کا ہے اس لیے اس میں بے فائدہ تکرار نہیں ہو سکتی لہذا ضروری ہے کہ اسکے خاص معنیٰ مراد لیے جائیں جو بقیہ مصارف سے مختلف ہوں یہی معنیٰ ہیں جو زمانہ قدیم سے مفسرین اور فقہاء سمجھتے آئے ہیں انہوں نے سبیل اللہ سے جہاد مراد لیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ جب یہ لفظ مطلقاً استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنیٰ یہی ہوتے ہیں اُس سے ابن اثیر کہتے ہیں کہ یہ لفظ جہاد کے معنیٰ میں اس کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ گویا اس کے صرف یہی معنیٰ ہیں بکثرت احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سبیل اللہ کے متبادر معنیٰ جہاد ہی ہیں مثلاً۔

"لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا و ما فیھا"

(بخاری و مسلم) "اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"

"ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار" (بخاری)

جس بندے کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہونگے اسکو آگ نہیں چھوئیگی۔

ان احادیث میں لفظ سبیل اللہ کا مطلب جہاد کے سوا کسی نے کچھ اور نہیں سمجھا یہ تمام قرائن اس بات کو ترجیح دینے کیلئے کافی ہیں کہ مصارف والی آیت میں سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور اصل لغوی معنیٰ مراد نہیں ہیں اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ صدقہ کسی غنی کیلئے جائز نہیں ہے مگر پانچ اشخاص کیلئے ان پانچ اشخاص میں الغازی فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں لڑنے والا) کا بھی ذکر ہے۔

اس لئے میں سبیل اللہ کا مدلول متعین کرنے میں ایسے توسع کا قائل نہیں کہ ہر قسم کے مصالح اور تقرب کے کام اسمیں شامل ہو جائیں اور

نہ ہی اسکے دائرہ کو اتنا تنگ سمجھتا ہوں کہ وہ صرف عسکری جہاد کیلئے خاص ہو کر رہ جائے۔

جہاد جس طرح تلوار اور نیزہ سے کیا جاتا ہے اسی طرح زبان اور قلم سے بھی کیا جاتا ہے اور جس طرح جہاد عسکری ہوتا ہے اسی طرح جہاد فکری، تربیتی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی بھی ہوتا ہے، جہاد کی ان تمام قسموں کیلئے مال اور امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ بنیادی شرط پوری ہو اور وہ یہ ہے کہ جہاد اللہ کی راہ میں ہو یعنی اسلام کی نصرت اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کی غرض سے ہو اور ہر وہ جہاد جس کا مقصد اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہو اللہ کی راہ میں ہے خواہ اس کی نوعیت کچھ ہو۔ امام طبری "و فی سبیل اللہ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یعنی و فی النفقۃ فی نصرۃ دین اللہ و طریقۃ شریعتہ التی شرعھا لعبادہ بقتال اعدائہ و ذلک ھو غزو الکفار" (تفسیر الطبری ج ۱۴ ص ۳۱۶)

یعنی اللہ کے دشمنوں سے قتال کرتے ہوئے اس کے دین اور اس کی شریعت کی نصرت میں خرچ کرنا اور یہ کفار سے جنگ کے مترادف ہے۔

شیخ المفسرین کے بیان کا ایک جزء واضح اور قابل قبول ہے یعنی اسلام کی ضرورت اور اسکی شریعت کی حمایت میں خرچ کرنا رہا دوسرا جزء یعنی دشمنان خدا سے قتال اور کفار سے جنگ تو یہ دین کی نصرت کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت ہے بعض حالات میں دین کی نصرت کیلئے جنگ و قتال ہی کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے بلکہ بعض ادوار اور بعض ممالک میں نصرت دین کی یہی شکل متعین ہوتی ہے لیکن ایک ایسا دور بھی آتا ہے جیسا کہ ہمارا دور ہے جس میں فکری اور نفسیاتی جنگ زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور مادی

اور فوجی جنگ کے مقابلہ میں اس کے اثرات زیادہ گہرے مرتب ہوتے ہیں
مسالک اربعہ کے جمہور فقہاء نے اس مد کو غازیوں اور دفاعی خدمات انجام دینے والوں کو سامان حرب سے لیس کرنے اور انکی ضروری امداد کرنے کی حد تک رکھا ہے لیکن ہم موجودہ زمانہ میں دوسری قسم کی جنگ کرنے والوں اور دفاعی خدمت انجام دینے والوں کا اضافہ کرتے ہیں یعنی ان ان لوگوں کا جو اسلام کی تعلیمات اور دعوت اسلامی کے ذریعہ دل و دماغ پر حملہ آور ہوتے ہیں یہی لوگ اپنی جدوجہد اپنی زبان اور اپنے قلم کے ذریعہ اسلام کے عقائد اور اس کے شرعی احکام کے دفاع کی خدمت انجام دیتے رہتے ہیں جہاد کا یہ وسیع مفہوم ہمارے نزدیک درج ذیل دلائل پر مبنی ہے۔

اولاً اسلام میں جہاد تلوار سے جنگ تک محدود نہیں ہے چنانچہ صحیح حدیث ہے کہ نبیؐ سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا۔

"کلمۃ حق عند سلطان جائر" حق بات جو کسی ظالم سلطان کے سامنے کہی جائے

اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا

"ما من نبی بعثہ اللہ فی امتی قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب یأخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاہدہم بیدہ فہو مؤمن ومن جاہدہم بلسانہ فہو مومن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل"

مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو اس کے کچھ مخلص ساتھی اور رفقاء ہوئے جو اس کی سنت کو لیتے اور اس کے احکام

کی اتباع کرتے لیکن بعد میں ایسے ناخلف لوگ آتے ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کے کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تو جو شخص ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا"

نیز فرمایا

"جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم (احمد، ابوداؤد، نسائی)
مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال، اپنی جان اور اپنی زبان سے۔

ثانیاً جہاد کی جو قسمیں ہم نے بیان کی ہیں وہ اگر منصوص طور پر جہاد کے حکم میں داخل نہ ہو تو قیاساً انکو جہاد سے متعلق ماننا پڑے گا کیونکہ دونوں ہی کا مقصود اسلام کی نصرت، اس کا دفاع، اس کے دشمنوں کا مقابلہ اور اللہ کے کلمہ کو اس کی زمین پر بلند کرنا ہے بعض فقہائے اسلام نے عاملین میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا ہے جو مسلمانوں کے عام مفاد سے متعلق کوئی خدمت انجام دیں اسی طرح سبیل اللہ کے معنی کے بارے میں ہم نے جو رائے قائم کی ہے وہ درحقیقت اپنے مدلول میں قدرے توسع کے ساتھ جمہور ہی کی رائے ہے۔

یہاں ہم اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ بعض کام اور منصوبے ایسے ہوتے ہیں جو کسی ملک، کسی دور اور کسی حالت میں جہاد فی سبیل اللہ قرار پاتے ہیں لیکن کسی دوسرے ملک، دوسرے زمانہ یا دوسری حالت میں انکی یہ حیثیت نہیں ہوتی مثلاً کسی مدرسہ کا قیام عام حالات میں ایک نیک کام ہے جو اسلام کی نظر میں قابل قدر ہے لیکن وہ اسے جہاد قرار نہیں دیتا مگر جب کسی ملک میں تعلیم اور تعلیمی ادارے مشنریز یا کمیونسٹوں یا لادینیت کے علمبرداروں کے

قبضہ میں ہوں تو ایسی صورت میں خالص دینی مدرسہ کا قیام جس میں مسلمان بچے تعلیم حاصل کریں اور انہیں فکری اور اخلاقی بگاڑ اور مروجہ تعلیمی نصاب کے زہریلے اثرات اور نظام تعلیم کی خرابیوں سے بچایا جا سکے بہت بڑا جہاد قرار پائے گا۔

اسی قسم کی بات دینی دارالمطالعوں کے سلسلے میں بھی کہی جا سکتی ہے جو باطل کا پرچار کرنے والے دارالمطالعوں کے مقابلہ میں قائم کئے جائیں اسی طرح اسلامی شفاخانوں کا قیام تاکہ مسلمانوں کو علاج کی سہولت ہو اور انہیں مشنریز کے پھندوں سے بچایا جا سکے جہاد ہی کے حکم میں ہے اگرچہ کہ فکری اور ثقافتی ادارے نسبتاً زیادہ مؤثر اور زیادہ اہمیت کے حامل ہیں"

(فقہ الزکوٰۃ مترجم شمس پیرزادہ ص ۳۹۹-۳۹۵)

علامہ کی اس پوری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ "فی سبیل اللہ" کا مدلول بالکل عام ہونے کے بجائے یقیناً صرف جہاد ہے لیکن صرف قتال کی شکل کا جہاد نہیں بلکہ جہاد اپنے وسیع معنوں میں مراد ہے اور اس وسیع مفہوم کے تحت آنے والے تمام امور پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے چنانچہ انہوں نے کچھ امور کی نشاندہی بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ میں جس صورت پر سب سے زیادہ جہاد کا انطباق ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سرزمین اسلام کو کفار کی حکمرانی سے جنہوں نے اللہ کے حاکمیت کی جگہ اپنی حاکمیت قائم کر رکھی ہے آزاد کرایا جائے خواہ یہ کفار یہودی ہوں یا نصاریٰ، بت پرست ہوں یا ملحد بے دین کیونکہ کفر اپنی تمام اقسام کے ساتھ ایک ملت ہے۔

اس حقیقت کے پیش نظر سرمایہ دار ہو یا کمیونسٹ، مغربی ہو یا مشرقی اہل کتاب ہو یا لادین جو بھی ممالک اسلامیہ کے کسی علاقہ پر قبضہ کرے گا تو اس کے خلاف جنگ کرنا ہوگی اور قریبی ممالک کو حسب ضرورت اسکی معاونت

کرنا ہوگی اور اگر تمام مسلمانوں کی اکثریت ضروری ہو تو ان سب کی شرکت واجب قرار پائے گی۔

لہٰذا جب اس مقصد یعنی احکام کفر اور کفار کی ظلم و زیادتی سے آزاد کرانے کیلئے ان کے کسی علاقہ میں جنگ چھڑ جاتی ہے تو وہ بلا نزاع جہاد فی سبیل اللہ ہوگی اور ضروری ہوگا کہ اس میں مالی اور دیگر قسم کی امداد دی جائے نیز مال زکوٰۃ کا ایک حصہ بھی اس پر صرف کیا جائے یہ حصہ زکوٰۃ کی کل آمدنی جہاد کی ضرورت اور دیگر مصارف کی ضرورتوں کے پیش نظر کم و بیش ہو سکتا ہے

(فقہ الزکوٰۃ مترجم شمس پیرزادہ ص ۴۰۲-۴۰۱)

مزید آگے "موجودہ زمانہ میں اسلامی جہاد کی مختلف صورتیں" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک جہاد اسلامی صرف مادی اور فوجی طریقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہے جس میں دوسرے طریقے بھی شامل ہیں اور شاید مسلمان آج اس کے سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں لہٰذا ہم اسکی مختلف صورتیں جو اس زمانہ میں مطلوب ہیں پیش کرنا چاہتے ہیں لیکن ان صورتوں کو پیش کرنے سے پہلے ان کا اصل منشاء واضح کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ فوج کو باضابطہ تیار رکھنے، ان کو مسلح کرنے اور ان پر اخراجات کا بار ابتدا رہا ہے اسلامی ریاست کے خزانۂ عامہ پر پڑتا رہا ہے نہ کہ اموال زکوٰۃ پر چنانچہ یہ اخراجات فے، خراج وغیرہ سے کئے جاتے رہے ہیں اور زکوٰۃ سے صرف بعض تکمیلی امور مثلاً رضا کار مجاہدین کے مصارف وغیرہ پر خرچ کیا جاتا رہا ہے، اسی طرح جب ہم موجودہ زمانے کے دفاعی بجٹ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بھاری اخراجات کو پورا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی آمدنی کافی نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کا بار عام بجٹ پر پڑنا چاہئے ایسی صورت میں ہماری رائے یہ ہے کہ

بحالات موجودہ اس مصرف کو ثقافتی، تربیتی اور علمی جہاد کیلئے استعمال کرنا بہتر ہوگا بشرطیکہ وہ خالص اور صحیح اسلامی جہاد ہو، قومیت اور وطنیت کے مفاسد سے آلودہ نہ ہو اور نہ اس میں مغربیت یا شرقیت کے عناصر کی آمیزش ہو جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہو کہ کسی خاص مذہب، نظام، ملک، طبقہ یا شخص کی خدمت کرنا مقصود ہے یہ واقعہ ہے کہ بسا اوقات اسلام کو مختلف اداروں اور ہستیوں کا عنوان بنایا جاتا ہے لیکن وہ بباطن سیکولر ہوتی ہیں نہ کہ دینی۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ اسلام کو اساس اور ماخذ بنایا جائے اور اسکی حیثیت مقصود اور رہنما کی ہو تاکہ یہ ادارے اللہ کی طرف منسوب ہونے کا شرف حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں اور انکے لئے جو جدوجہد کی جائے وہ اللہ کی راہ میں جہاد قرار پا سکے۔

عصر حاضر میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کیلئے جن سرگرمیوں کی ضرورت ہے اسکی چند مثالیں ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں انکا شمار بجا طور پر فی سبیل اللہ میں کیا جا سکتا ہے۔

صحیح اسلام کو پیش کرنے کیلئے دعوتی مراکز قائم کرنا جن کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ادیان و مذاہب کی کشمکش کے درمیان غیر مسلمین تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے یقیناً جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اسلامی ممالک کے اندر ایسے اسلامی مراکز قائم کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہے جو مسلم نوجوانوں کی صحیح تربیت کر سکیں، اسلام کے اعتدال پسندانہ نقطۂ نظر کے مطابق ان کی رہنمائی کریں، الحاد، فکری انحراف اور عملی بے راہ روی سے انہیں بچائیں اور انہیں اسلام کی حمایت و نصرت اور اس کے دشمنوں سے نبرد آزمائی کیلئے تیار کریں۔

اسی طرح خالص اسلامی پرچہ کا اجرا، جو گمراہ صحافت کے درمیان اللہ کا

کلمہ بلند کرے، حق بات کا اظہار کرے، اسلام پر عائد کئے جانے والے جھوٹے الزامات کی تردید کرے، شبہات کا ازالہ کرے، اور اسلام کو ہر قسم کی حاشیہ آرائی اور شائبوں سے پاک کر کے صحیح شکل میں پیش کرنے کی خدمت انجام دے بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ایسی دینی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت جو بنیادی اہمیت کی حامل ہو اور جو اسلام کو یا اس کے کسی پہلو کو اس خوبی کے ساتھ پیش کرے کہ اس کے پوشیدہ جواہر پر سے پردہ اٹھ جائے اس کی تعلیمات کی خوبیاں نمایاں ہوں اور اسکے حقائق بے نقاب ہوں جہاد فی سبیل اللہ کے مترادف ہے۔

پختہ کار، امانت دار اور مخلص افراد کو فارغ کرنا تاکہ وہ دین کی خدمت کریں، اس کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلائیں، اس کے دشمنوں کی چالوں کو بے اثر کر کے رکھ دیں، فرزندان اسلام میں بیداری پیدا کریں اور عیسائی مشن، الحاد اور اباحیت کے طوفان کا مقابلہ کریں من جملہ جہاد فی سبیل اللہ کے ہے اور دین حق کے داعیوں کی معاونت کرنا جن پر خارج سے اسلام دشمن طاقتیں داخلی عناصر —— مرتد اور سرکش افراد —— کی مدد سے مسلط ہو جاتی ہیں اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگتی ہیں ان کی معاونت کرنا تاکہ وہ کفر اور سرکشی کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیں سراسر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ زکوٰۃ کے مصرف میں ایسے کاموں کو اولین اہمیت دیں کیونکہ اسلام کے مددگار اللہ کے بعد فرزندان اسلام ہی ہیں اور خاص طور پر ایسے دور میں جبکہ اسلام غربت سے دوچار ہے۔

(فقہ الزکوٰۃ مترجم شمس پیرزادہ صفحہ ۲۰-۳۵)

ایسا نہیں کہ صرف علامہ یوسف القرضاوی صاحب کے یہاں ہی توسع

پایا جاتا ہے اسی بہت سے علماء توسع کے قائل رہے ہیں بلکہ اس مصرف کے تحت ہر نیک کام کرنے کو جائز ٹھہراتے رہے ہیں اور اس زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں واقفیت اور اطمینان کی خاطر کچھ قدیم و جدید علماء کی تصریحات ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں جہاں اس سے فی سبیل اللہ کے مختلف رخوں اور پہلوؤں کی تعیین ہوتی ہے وہیں اس سلسلے میں کئے گئے اعتراضات کا جواب بھی معلوم ہوتا ہے۔

غزل

ڈاکٹر نثار احمد نثار

غیرت انساں کو تڑپائیگی آگ — پیٹ کی جب تیز ہو جائیگی آگ
قہر بن کر جس گھڑی چھائیگی آگ — بستی بستی خاک کر جائیگی آگ

نفرتیں گر یونہی بڑھتی رہیں — میکدہ کو خاک کر جائیگی آگ
ڈر ذرا پیدا کرو اس روز کا — پتھر اور انساں کو جب کھائیگی آگ
ہائے ظالم کس قدر ہوگی حریص — اور سے کچھ کہتی ہی جائیگی آگ
بیکسوں کی آہ سے ڈر کر رہو — جھونپڑوں کی قصر تک جائیگی آگ
جب بڑھیں گی حد سے نافرمانیاں — نیک و بد سب کو نگل جائیگی آگ
زخم دل جب بھی کریدے جائینگے — تن بدن میں سارے لگ جائیگی آگ
قیس گر تڑپا کرے گا عشق میں — لیلیٰ محمل کو تڑپائے گی آگ
گر جنون شوق یوں بڑھتا رہا — رفتہ رفتہ دل کو لگ جائیگی آگ
اب اٹھو تم بھی خلیلی شان سے — دیکھنا گلزار بن جائے گی آگ
گر شہادت حق کی تم دو گے نثار — ظلم کی دنیا سے ہٹ جائیگی آگ

تعلیم نسواں

راحت الفاطمہ مرغوبی

تعلیم کی اہمیت

دنیا کی تمام چہل پہل اور رونق علم کی بدولت ہے۔ اگر علم نہ ہوتا تو دنیا کبھی ترقی نہ کرتی۔ انسان کی دینی و دنیوی ہر طرح کی فلاح کیلئے علم ضروری ہے لیکن آج ہم نے اسکو بھلا دیا ہے۔

تعلیم کی اہمیت و افادیت قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر جو سب سے پہلی وحی نازل فرمائی وہ تعلیم ہی سے متعلق تھی۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ٥ (سورۃ علق ۱ تا ۵)

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا رب بڑا ہی کرم ہے جس نے قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا انسان کو وہ چیزیں سکھلائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا"۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (سورۃ مجادلہ ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے مومنین اور اہل علم کے درجات کو بلند کرتا ہے۔

گویا تعلیم ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جسکے ذریعہ قوم شعور و آگہی سے روشناس ہوتی ہے اسی حقیقت کے پیش نظر اسلام نے اسکے حصول پر بڑا زور دیا ہے فرمان نبوی ہے۔

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ (بیہقی) علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (بخاری) میری تعلیم لوگوں تک پہنچاؤ خواہ وہ ایک ہی آیت ہو۔

کہا گیا ہے کہ ماں کی گود سے گور تک علم حاصل کرو ۔
نبی کریمؐ کے ان اقوال سے علم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے ۔

اسلام کے نزدیک علم حاصل کرنا محض معاشرتی ضرورت نہیں بلکہ ایک فرد کی حیاتی ضرورت ہے اسلام علم کو جتنی اہمیت دیتا ہے دنیا کا کوئی دوسرا نظام اسے وہ اہمیت نہیں دیتا ہے ۔

مولانا ابوالکلام آزادؔ اسلام میں تعلیم کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

" اسلام اور تعلیم میں قدرتی لزوم ہے اسی لئے ہر ایک مسلمان کی یہ خصوصیت ہونی چاہئے کہ وہ سب سے پہلے تعلیم یافتہ ہو عہد رسالت میں صرف اظہار ایمان پر ہی قناعت نہ تھی بلکہ یہ بھی تاکید تھی کہ ہر مسلمان بقدر ضرورت قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے اس کے لئے اتنے ترغیبی احکام تھے کہ ضروریات زندگی کے اہم اوصاف حتی کہ بیع و شرا اور مہر نکاح میں ادائے معاوضہ کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ قرآن کریم کی تعلیم دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے "۔

نئی نسل کی تربیت میں عورت کا کردار

بچے کی پہلی درسگاہ آغوش مادر ہے بچوں کی تربیت میں سب سے اہم کردار والدین ہی کا ہوتا ہے بچے جو کچھ والدین خصوصاً ماں کی گود میں سیکھتے ہیں اسکی چھاپ ہمیشہ انکی شخصیت پر برقرار رہتی ہے اس لئے انکی اصل ذمہ داری بھی انہیں کے سر ہے اور اس سلسلے میں انہیں سے سوال و جواب بھی ہوگا اسی وجہ سے دین میں والدین کی حسن تربیت کو اولاد کیلئے بہترین عطیہ قرار دیا گیا ہے ۔
ارشاد نبویؐ ہے ۔

ما نحل والد ولدہ افضل من ادب حسن (ترمذی)

حسن ادب سے بہتر لڑکے کیلئے باپ کا کوئی عطیہ نہیں ہے ۔

بچہ کے دماغ میں جو بھی سوالات ابھرتے ہیں ان کا حل وہ والدین خصوصاً

ماں میں تلاش کرتا ہے اور انہیں کا عکس قبول کرتا ہے کیونکہ بچپن کے اس دور میں اس کا دماغ خالی کیسٹ کے مانند ہوتا ہے اس میں جو کچھ بھی بھر دیں فوراً نقش ہو جاتا ہے اور پھر آگے اسی رخ پہ بڑھتا چلا جاتا ہے ۔

ایک حدیث میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے ۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ

ہر بچہ فطرت (دین اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پس اسکے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں ۔ (بخاری)

اس لئے بچے کی پہلی تربیت اور اولین درسگاہ کا مثالی اور معیاری ہونا ضروری ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم آج کی بچیوں اور کل کی ماؤں کو زیور علم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا بیڑا اٹھالیں۔ کیونکہ جب ماں ہی تعلیم یافتہ نہ ہوگی تو بچے کی اولین تعلیم و تربیت کیسے ہوگی۔ غالباً اسی وجہ سے نبی کریمؐ نے مردوں کیساتھ ساتھ عورتوں کیلئے بھی حصول علم کو فرض قرار دیا ہے ۔

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے (ابن ماجہ)

خود لفظ ماں کی معنویت پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ بھی اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے ۔

" ماں " کو عربی زبان میں اُم کہتے ہیں اور اُم کے لغوی معنی اصل اور جڑ کے ہیں کسی درخت کی اصل اور جڑ جس قدر عمدہ اور مضبوط ہوگی اسی قدر اس کا تنہ مضبوط اور برگ و بار سرسبز ہونگے ۔ اسی طرح تعمیر معاشرہ کی اصل " ماں " جسقدر مہذب اور پختہ ہوگی اسی طرح تو نئی نسل برگ و بار سے لدی پھری ہوگی اور مستقبل کی معماری کا فریضہ باحسن طریق انجام دے سکے گی ۔

تعلیم نسواں کیوں ؟

عورت ہی کے ہاتھوں قوم کی بقا اور فنا ہے کیونکہ جو بھی اس عالم میں آتا ہے پہلے پہل ماں کا چہرہ دیکھتا

ہے اور اسکی گود میں پروان چڑھتا ہے تو اگر مائیں انکی بہترین تربیت کریں تو اس سے ایک قابل فخر نسل پیدا ہوگی۔

نپولین لکھتا ہے کہ

"تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا"

کوئی قوم جب ہی ترقی کر سکتی ہے جب انکی عورتوں کی حالت بلحاظ علمیت وتمدن و معاشرت اچھی ہو اور مائیں انکے دلوں میں حریت شجاعت اور عالی حوصلگی کا بیج بوئیں۔ بہادری مردانگی، سچائی و انصاف سکھائیں تاکہ وہ ملک و ملت کے کام آسکیں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت تعلیم یافتہ ہو اسکے برعکس جب وہ خود ہی تعلیم سے ناآشنا ہوگی تو قوم کی بربادی و تباہی میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ اگر عورتوں کو تعلیم سے بہرہ ور کر دیا جائے تو مردوں کی تعلیم آسان ہو جائے گی کیونکہ بچے کی پہلی تربیت گاہ آغوش مادر ہے تو جب ماں ہی تعلیم یافتہ نہ ہوگی تو بچے کی اولین تعلیم کیسے ہوگی۔

تعلیم نسواں اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ عورت معاشرہ کی ایک کارآمد عنصر بنے وہ ایک اچھی بیوی بنے جو اپنے شوہر کے رنج و راحت میں شریک ہو ایک بہترین ماں ہو جو حمل و ولادت، دودھ پلانے، بچوں کی تربیت کرنے اور صالح معاشرہ بنانے کی ذمہ داریوں کو سمجھے اور سنبھال سکتی ہو وہ نفاست پسند ہو اور اچھا ذوق رکھتی ہو اسکا تن پاک اور من پاک ہو جس سے گھر کے تمام افراد پر اچھا اثر ڈال سکے۔

پھر تعلیم نسواں اس لئے بھی ضروری ہے کہ عورتیں اپنے قیمتی وقت کو فضول گوئی اور فضول کاموں میں نہ کھوئیں فرصت کے لمحوں میں مفید، دینی و مذہبی رسائل اور دیگر دینی کتابوں کے ذریعے اپنے خصوصی مسائل کو حل کریں کیونکہ اکثر تبلیغی جلسوں اور پروگراموں میں موٹے موٹے مسائل سے تو انکی واقفیت ہو جاتی ہے لیکن وہ اپنے خصوصی باریک اور بنیادی مسائل سے ناآشنا ہی رہتی ہیں کیونکہ ان مسائل

کو علماء کرام براہ راست بیان کرنے سے کتراتے ہیں اور خود عورتیں بھی فطری شرم وحیا کی وجہ سے مردوں کی زبان سے اپنے خصوصی مسائل کا تذکرہ سننا گوارہ نہیں کرتیں اس لئے ضروری ہے کہ ان مسائل کو اپنی تعلیم کے ذریعہ وہ خود ہی حل کریں یا اسکی وضاحت خود انہیں کی ہم جنسوں کی زبان سے ہو اور انکی کوتاہیوں پر گرفت خود خواتین عالمات ہی کریں۔

عقلی پہلو سے بھی تعلیم نسواں کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ خواتین ہی کے ہاتھوں پورا معاشرہ تشکیل پاتا ہے اگر وہ تعلیم یافتہ ہوں تو زیادہ بہتر انداز میں گھر سنبھال سکتی ہیں اور بچوں کو معاشرے کا سرگرم اور صالح رکن بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ تعلیم نسواں کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

لڑکیوں کو ان پڑھ اور جاہل رکھنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی پھل دار درخت کی نگہبانی اور دیکھ ریکھ کر کے پھلنے کے قابل بنانے کی کوشش نہ کی جائے اور وہ بے کار ہو کر رہ جائے۔ ایک لڑکی کی تعلیم سے پورا خاندان روشن ہو جاتا ہے وہ جس گھر میں جاتی ہے عزت پاتی ہے پڑھی لکھی خاتون سارے خاندان میں ایک جگمگاتا چراغ ہے جس سے وہ اپنے خاندان اور پاس پڑوس والوں کو بھی فیضیاب کرتی ہے۔

عورت کی اسی عظمت کو علامہ اقبال نے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ   اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

جب عورت ان پڑھ ہوگی تو تصویر کائنات بے رنگ رہ جائے گا اور ساز کے تاروں میں وہ راگ پیدا نہیں ہو سکتا جو ایک اچھی تعلیم کا ثمرہ ہے۔ ایک جاہل ماں جب اپنے بچے سے کہتی ہے کہ بیٹا سو جاؤ ورنہ بھوت آجائیگا تو بچہ ڈر سے ماں کی آغوش میں چھپ کر سو جاتا ہے اور اس خوف سے اسے رات بھر خوفناک خواب دکھائی دیتے ہیں جو اسے ہمیشہ کیلئے بزدل بنا دیتے ہیں

ذرا سوچئے اگر ماں نے بچہ کو بھوت سے ڈرانے کے بجائے اللہ کا خوف دلایا ہوتا اور اپنے اسلاف کے کارنامے سنائے ہوتے تو یقیناً بچہ بڑا ہو کر خشیت الٰہی سے لبریز دل رکھنے والا ایک متقی و پرہیز گار آدمی بن سکتا تھا مگر افسوس کہ ماں نے ایسا نہیں کیا آخر کیوں؟ اسی لئے کہ ماں خود ہی جاہل تھی وہ بھلا اپنے بچے کی تربیت اسلامی طرز پر کیونکر کر سکتی تھی انہیں وجوہات کی بنا پر عورت کی تعلیم کو مرد کی تعلیم سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ ایک مرد کی اصلاح ایک فرد کی اصلاح اور ایک عورت کی اصلاح معاشرے کے ایک حصے کی اصلاح ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں

قرآن حکیم میں علم و علماء کی فضیلت بلا کسی جنسی فرق کے بیان کی گئی ہے

جس طرح حصول علم مردوں کیلئے باعث فضیلت ہے اسی طرح یہ صنف نازک کیلئے بھی باعث اعزاز ہے جس طرح قرآن کریم کے تمام عمومی احکام میں مرد اور عورتیں سبھی شامل ہیں اسی طرح اس حکم کا بھی معاملہ ہے ایک حکم جس طرح مرد کیلئے واجب ہوتا ہے اسی طرح صنف نازک کو بھی اس کا مکلف مانا جاتا ہے۔

پس اگر دوسرے احکام میں تفریق جنس نہیں کی جاتی تو تعلیم کیلئے تفریق کی بنیاد کیا ہے؟ اس لئے قرآن کریم میں جو علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اسمیں عورت بھی شامل ہے اور اسے پورا پورا حق ہے بلکہ اس کے لئے بھی فرض علم کا درجہ رکھتی ہے۔

عہد رسالت میں تعلیم نسواں کی نوعیت کا مطالعہ کیا جائے تو باوجودیکہ اس زمانے کی معاشرتی و سماجی زندگی سے متعلق بہت کم معلومات فراہم ہوتی ہیں تاہم جس قدر بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواتین نے عہد رسالت میں تعلیمی سہولیات سے فائدہ اٹھایا تھا اور پڑھی لکھی عورتیں ان پڑھ عورتوں سے کم نہیں تھیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں تعلیم نسواں کے بارے میں البلاذری کا یہ بیان خصوصی اہمیت رکھتا ہے کہ اس وقت پانچ عرب خواتین ایسی تھیں جو لکھنا پڑھنا دونوں جانتی تھیں۔

حفصہؓ بنت عمرؓ، ام کلثوم بنت عقبہؓ، عائشہ بنت سعدؓ، کریمہ بنت مقدادؓ اور سب سے بڑھکر الشفا بنت عبداللہ عدویہؓ، جنہوں نے حضرت حفصہؓ کو بھی پڑھایا تھا اور آنحضرتؐ نے ان سے کہا تھا کہ وہ آنحضرتؐ سے شادی کے بعد بھی انکو پڑھاتی رہیں ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ پڑھ سکیں تھیں لیکن انہیں لکھنا نہیں آتا تھا۔ (فتوح البلدان از بلاذری ص۴۵۸)

ذخیرہ احادیث میں تعلیم نسواں سے متعلق متعدد روایات آئی ہیں چند ملاحظہ فرمائیں۔

"جس شخص نے اپنی تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کو ادب سکھایا اور انکی شادی کر دی تو اس کے لئے جنت ہے"۔ (ترمذی، ابوداؤد)

جنت کی بشارت دو یا تین بچیوں یا بہنوں کی تعلیم و تربیت ہی میں محصور نہیں بلکہ یہی بشارت و خوشخبری اس شخص کیلئے بھی ہے جس نے صرف ایک ہی بچی کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور اسے اچھی تربیت دی کیونکہ جب آپ سے ایک بچی یا بہن کی تعلیم و تربیت کیلئے پوچھا گیا تو آپ نے اس کے لئے بھی جنت کی بشارت دی۔

ایک اور حدیث ہے۔

"جس شخص نے اپنی لونڈی کو اچھی تعلیم دی اور اسے بہترین ادب سکھایا پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے" (متفق علیہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت کے معاملے میں لونڈیوں پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے اس حدیث میں ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مطلق

تعلیم وتربیت پراجر کا وعدہ نہیں بلکہ یہ اچھی تعلیم وتربیت کیساتھ مقید ہے اس لئے اگر بچیوں اور بہنوں کو اچھی تعلیم نہ دی گئی انہیں غیر مناسب علوم پڑھائے گئے اور انکی تربیت غیر اسلامی انداز میں کی گئی تو یہ چیز اجر کے بجائے قابل مواخذہ ہوگی۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ عورتوں نے نبیؐ سے عرض کیا "آپ کے پاس ہمیشہ مردوں کا ہجوم رہتا ہے (اس کی وجہ سے ہم فائدہ حاصل نہیں کرپاتیں) لہٰذا آپ ہمارے لئے الگ سے ایک دن مقرر کیجئے۔ چنانچہ آپ نے انکے لئے ایک دن مقرر فرمایا اس دن آپؐ انکے پاس تشریف لے جاتے اور وعظ ونصیحت فرماتے اور انہیں نیک کاموں کا حکم دیتے (بخاری)

تعلیم نسواں کے بارے میں نبی کریمؐ کی خصوصی توجہ ہی کا نتیجہ تھا کہ متعدد صحابیات اسلامی علوم یعنی قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور فرائض وغیرہ میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔ جس میں حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام ورقہؓ، حضرت ام ہشامؓ بنت حارثہ اور ہند بنت آسیہ وغیرہ سرفہرست ہیں۔

حضرت عائشہؓ علم حدیث وعلم تفسیر کے بڑے اونچے مقام پر فائز تھیں آپ کی تفسیر کا متعدد حصہ صحیح مسلم کے اخیر میں منقول ہے۔ علم حدیث میں آپ منتہائے کمال کو پہنچی ہوئی تھیں اس کا ثبوت انکی وہ مرویات ہیں جن کی تعداد ۲۲۱۰ تک پہنچتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ آدھا علم میری وحی کا تمام صحابہ سے اور آدھا علم حضرت عائشہ سے سیکھو۔

آپؓ کے شاگرد خاص حضرت عروہ ابن زبیر آپکے وسعت علم کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں "میں نے حضرت عائشہ سے زیادہ قرآن وفرائض سے حلال وحرام اور شعر وادب کا جاننے والا کسی کو نہیں پایا۔"

(عورت اسلامی معاشرے میں از سید جلال الدین انصر عمری) صفحہ ۱۳۲

عورتوں کے بعض ایسے مسائل جنہیں وہ بذات خود حضورؐ سے پوچھنے میں جھجکتی تھیں انہیں وہ امہات المومنین کے توسط سے حضورؐ سے دریافت کرلیا کرتی تھیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے انصار کی عورتوں سے زیادہ اپنے دینی مسائل کو بلا جھجک پوچھنے والی کسی کو نہیں پایا۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں میں پڑھنے کی طرح لکھنا بھی عام ہوچکا تھا اور وہ تحریر کے اصول وآداب سے اس حد تک واقف ہوچکی تھیں کہ ان کے لئے خط وکتابت کرنے اور مختلف مسائل ومعاملات کو لکھنے میں کوئی زحمت پیش نہیں آتی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

رُبیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ ہم چند عورتوں نے اسماء بنت مخرمہ سے عطر خریدا جب انہوں نے عطر ہماری شیشی میں بھر دیا تو کہا تمہارے ذمہ جو واجب الادا رقم ہے وہ مجھے لکھواؤ۔

بعد کے ادوار میں بھی لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اکثر وبیشتر باپ اپنی بیٹی کو پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ عیسٰی بن مسکین دمشقی (م ۲۹۵ھ) نے کیا جو ظہر کے وقت اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے تھے اور اس کے بعد اپنی بیٹی بھتیجیوں اور پوتیوں نواسیوں کو درس دیا کرتے تھے۔

اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ بخاری شریف کے راویوں میں کریمہ بنت احمد بھی ہیں جن کا روایت کردہ نسخہ بخاری شریف کا صحیح ترین نسخہ سمجھا گیا ہے غرضیکہ عورتوں کی قابلیت سے دین وعلم کے ہر گوشہ کو روشنی ملی ہے ہر میدان میں انکی عقل وسمجھ نے رہنمائی کا کام کیا۔ اور مرد کے شانہ بشانہ امت کی بھلائی کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔

ماہرین تعلیم کے اقوال کی روشنی میں

ماہرین تعلیم نے بھی تعلیم نسواں پر بہت

زور دیا ہے اور اس سلسلے میں اپنے اپنے خیالات اور مفید مشوروں سے نوازا ہے ان میں سے کچھ کے اقوال یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

مفکر اسلام علامہ مودودیؒ تعلیم نسواں کے سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ انکی تعلیم و تربیت کو اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے نبی کریمؐ سے دین و اخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی کرتی تھیں۔ جہاں تک نفس تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا البتہ نوعیت میں فرق ہے اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اسکو ایک بہترین بیوی، بہترین ماں اور بہترین گھر کی ملکہ بنائے اس کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ اسے ان علوم کی تعلیم و تربیت دینی چاہئے جو اس دائرہ میں اسے زیادہ مفید بنا سکتے ہیں"۔ (پردہ صفحہ ۱۹۶)

تعلیم نسواں کے متعلق سرسیدؒ کا خیال ہے کہ بغیر عورتوں کی تعلیم کے معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں ہے مگر آپ نے لڑکیوں کے لئے حصول علم کیساتھ دستکاری اور امور خانہ داری کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور اس کے لئے عمدہ بندوبست کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

تعلیم نسواں پر علامہ اقبالؒ نے بھی زور دیا ہے انکے خیال میں عورت ہی تمدن کی جڑ ہے اور عورت کو تعلیم دلانا گویا پورے خاندان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا ہے وہ اس بات کے مخالف ہیں کہ عورتیں دفتروں میں ملازمت کرتی پھریں کیونکہ ان کا اصل دفتر تو

انکا گھر ہے اور انکی زندگی کا نصب العین بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت ہے۔ انکے نزدیک عورت کا کمال یہ نہیں کہ وہ علم و عقل میں ارسطو اور افلاطون بنے بلکہ ان کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ ارسطو و افلاطون پیدا کرے۔

اکبر الہ آبادی اس بات کے قائل ہیں کہ

تعلیم لڑکیوں کو بھی دینی ضرور ہے — لڑکی جو بے پڑھی ہے تو وہ بے شعور ہے
حسن معاشرت میں سراسر قصور ہے — اور اس میں والدین کا بیشک قصور ہے۔

تعلیم نسواں کے سلسلے میں اندیشے اور انکا جواب

زمانہ قدیم سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ لڑکیوں کو زیادہ نہ پڑھانا چاہیئے اور آج بھی زیادہ تر لوگ بیٹی کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے فقط اس لئے کہ لوگوں کو پیدائش نسواں سے ہی یہ فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ اس پر جو بھی خرچ ہوگا کل پرائے کا ہوگا لیکن واضح رہے کہ اصل کام اس کی پرورش ہی نہیں بلکہ بڑی ہو کر شادی کے بعد اچھی تعلیم و تربیت کیساتھ دوسرے کے گھر جائے یہ بڑی کامیابی ہے۔ اس لئے تعلیم نسواں پر توجہ دینا چاہئے کیونکہ لڑکیاں اپنی اچھی تعلیم و تربیت اور حسن اخلاق سے ہی اپنے والدین عزیز و اقارب اور سسرال والوں کو فیض پہنچا سکتی ہیں۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام عورت کی تعلیم و تربیت کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے وہ عورت کی ہر قسم کی تعلیم کا مخالف ہے۔ اس نے عورت کیلئے لکھنا پڑھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ ان لوگوں کا اس طرح باتیں بنانا انتہائی ناانصافی اور کھلی ہوئی اسلام دشمنی ہے طرفہ تماشہ یہ کہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے استدلال کے طور پر عربی مقولہ گڑھ لیا ہے۔

"لا تعلموھن الکتابۃ" — انکو (عورتوں کو) لکھنا مت سکھاؤ۔

اور عربی کے اس جملے کو حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں جو سراسر کذب اور دروغ ہے۔

آج کی ماؤں سے اگر تعلیم نسواں پر گفتگو کریں تو وہ جھٹ کہیں گی کہ لڑکیوں کو زیادہ تعلیم دلانے سے لڑکیاں بگڑ جاتی ہیں اور خانہ داری میں حصہ نہیں لیتی ہیں پھر دوسری بات یہ کہ وہ زیادہ پڑھ کر کیا کریگی نوکری تو کرنا نہیں۔ جبکہ یہ سب اندیشے بالکل غلط ہیں اگر لڑکیاں تعلیم یافتہ ہونگی تو وہ زیادہ بہتر انداز میں گھر کو سنبھال سکتی ہیں پھر دوسری بات یہ کہ مستقبل میں کیسے حالات ہوتے ہیں یہ کون جانتا ہے ممکن ہے اگر کبھی مالی پریشانی ہوئی تو اس صورت میں تعلیم یافتہ لڑکیاں نوکری کرکے اپنی روزی روٹی کا مسئلہ حل کر سکتی ہیں۔

تعلیم نسواں کے حدود

اسلام عورت کو ایسی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ حصول علم کے بعد چراغ خانہ بنے نہ کہ شمع محفل۔

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر خاتون خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو

لڑکیوں کی گھرداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی نقطہ نظر سے تعلیمی حدود یہ ہیں کہ اسکو بقدر ضرورت علم دین اور بقدر کفالت علم دنیا کا پڑھنا لکھنا سکھایا جائے عام اصول حفظان صحت اور بچوں کی تربیت کے طریقے شوہر کی خدمت کرنے اور نظام خانہ داری کے سلیقے سکھائے جائیں۔ کھانا پکانا کپڑا سینا اور دستکاری کی تعلیم دی جائے۔ یہ سب اس حد تک جہاں لڑکی کے والدین یا خود لڑکی کو خلاف شرع کاموں کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

مزید برآں وہ علوم بھی اس کے لئے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنانے والے اس کے اخلاق کو سنوارنے والے اور اس کی نظر کو وسیع کرنے والے ہیں ایسے علوم اور ایسی تربیت سے آراستہ ہونا ہر مسلمان عورت کیلئے لازم ہے

تعارف و تبصرہ

عبد البر اثری فلاحی

"وہ کوہ کن کی بات" ......

از مولانا نور عالم خلیل امینی استاد ادب عربی و مدیر "الداعی" دار العلوم دیوبند (یوپی)

صفحات:- ۱۷۶ قیمت:- ۸۰ روپے کتابت و طباعت: عمدہ

ملنے کے پتے:-

ادارہ علم و ادب افریقی منزل قدیم دیوبند (یوپی)

کتب خانہ حسینیہ دیوبند (یوپی)

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (یوپی)

کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد دہلی

مولانا وحید الزماں کیرانوی گوناگوں صلاحیتوں کے مالک تھے خصوصاً ماضی قریب میں برصغیر ہند و پاک میں ادب عربی کی جو خدمت انہوں نے انجام دی ہے اس میں کوئی ان کا ثانی نہیں، مجھے بھی مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہے نفاست پسندی اور سلیقہ مندی میں ان سے بڑھکر اب تک مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا گفتگو بھی علمی اور اصولی فرماتے تھے اور فوراً معاملات کی تہہ میں پہونچ جاتے تھے آپ دار العلوم دیوبند کے استاد، ناظم تعلیمات اور معاون مہتمم بھی رہے۔ یہ کتاب انہیں کے حالات و واقعات، نوجوانوں کی موجودہ نسل پر انکے اثرات و احسانات اور زندگی کے مختلف میدانوں میں انکے تابندہ کارناموں کے بیان پر مشتمل ہے۔ جسے انکے شاگرد رشید مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب قاسمی ندوی استاد ادب عربی و مدیر "الداعی" دار العلوم دیوبند نے اس اچھوتے انداز سے پیش کیا ہے کہ مولانا کی زندگی بالکل چلتی پھرتی

تصویر معلوم ہونے لگتی ہے۔ زبان و بیان کی سادگی و سلاست اور بے تکلفی و بے ساختگی نے اس کی تاثیر کو اور دوبالا کر دیا ہے کہ قاری اگر ہاتھ میں لے لے تو بغیر مکمل کئے چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔

میری سمجھ سے یہ مردم سازی کا گر سکھانے والی کتاب ہے کیونکہ اس میں مولانا کی سوانح کم اور مردم سازی کے سلسلے میں انکی کردگی کو زیادہ ابھار کر پیش کیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ بطور خاص اساتذہ اور طلبہ کیلئے رہنما کتاب ہے انہیں اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

تخلیق انسانی کے مراحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز

از :۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صفحات :۔ ۵۶

قیمت :۔ ۸ روپئے طباعت : عمدہ

ناشر :۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱ حوض سوئیوالان نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲۔۔

محترم ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی صاحب علمی دنیا کیلئے محتاج تعارف نہیں ہیں موصوف کئی کتابوں کے مصنف مترجم اور مرتب ہیں جن میں سے بعض کا انہیں صفحات میں تعارف کرایا جاچکا ہے۔ پیش نظر کتابچہ میں تخلیق انسانی کے سلسلے میں قرآنی بیانات کا اعجاز جدید میڈیکل سائنس کی روشنی میں آشکارا کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جہاں قرآن کی حقانیت پر اعتماد بڑھتا ہے وہیں یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو صدیوں پہلے ان حقائق سے باخبر کر دیا تھا۔ جن تک جدید میڈیکل سائنس اب پہنچی ہے اور یہ انسانیت کی بدقسمتی ہے کہ وہ اتنے دنوں تک ان حقائق کو سمجھنے اور ان سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہی۔

قرآن اور سائنس دونوں سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ ایک گرانقدر

تحفہ ہے۔

سائنسی علوم سے متعلق قرآنی بیانات کچھ اور بھی ہیں ان کا اعجاز بھی جدید سائنس کی روشنی میں آشکارا کیا جائے تو یہ ایک بڑا کام ہوگا۔ مصنف موصوف سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس کا بیڑا اٹھائیں گے خصوصاً اردو زبان میں اس طرح کے کام کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ اس پہلو پر ابھی زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ اشاعت کے وقت کتاب پر نظر ثانی نہیں کی گئی ہے چنانچہ تعارف میں تو "پیش نظر کتابچہ" صـ۳ لکھا گیا ہے اور صـ۱۳ پر اس کتاب کو "پیش نظر مقالہ" قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اندرونی ٹائٹل پر کتاب کے نام تک کی کتابت غلط ہے "سائنسی" کو "سائنسی" لکھا گیا ہے اور اسکی اصلاح نہیں ہو سکی ہے۔

غزل

انور ظہیری

یہ کون چاہے گا ناکامیاب گھر جائے
مگر نصیب کا لکھا ہوا کدھر جائے

ہر ایک شخص کے دل کی یہی تمنا ہے
سکوں کے ساتھ مری زندگی گذر جائے

عجیب دردِ محبت میں دل کا عالم ہے
ذرا سی ٹھیس لگے ٹوٹ کر بکھر جائے

الٰہی اتنا اثر دے زبان میں میری
کہ میری بات ہر اک قلب میں اتر جائے

خدا کا جلوہ تو دل ہی میں ہم نے دیکھ لیا
جسے بھی جانا ہو وہ کوہِ طور پر جائے

سبق سکھایا ہے حضرت حسینؓ نے انور
جو مر بھی جائے تو راہِ خدا میں مر جائے

محمد اسمٰعیل فلاحی

جامعہ کے لیل و نہار

مولانا انصر عمری صاحب بنائے ناظم جامعہ

جامعۃ الفلاح کی مجلس انتظامیہ کے حالیہ اجلاس منعقدہ ۲۵،۲۶ دسمبر ۱۹۹۵ء میں مجلہ تحقیقات اسلامی علیگڑھ کے مدیر معروف صاحب تصانیف بزرگ اور نائب امیر جماعت اسلامی ہند برائے تربیت حضرت مولانا سید جلال الدین انصر عمری مدظلہ العالی کا انتخاب ناظم اعلیٰ جامعۃ الفلاح کی حیثیت سے عمل میں آیا ہے۔ اس موقع پر طلبہ اور اساتذہ سے حضرت مولانا کا الگ الگ خطاب ہوا۔ صدر جامعہ ڈاکٹر مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی صاحب نے سابق ناظم جامعہ جناب الحاج عبد المتین صاحب کے خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے نئے ناظم اعلیٰ کا شاندار استقبال کیا۔ صدر جامعہ نے فرمایا جناب حاجی عبد المتین صاحب رات دن جامعہ کی خدمت میں مصروف تھے۔ انہوں نے اس کے لئے اپنی توانائیاں نچوڑ دی تھیں اور اب وہ پیرانہ سالی اور علالت کی وجہ سے تھک کر چور ہوگئے تھے اور ایک طرح سے اکتا گئے تھے۔ ہم لوگ فکر مند تھے اور دعائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کوئی بہتر ناظم فراہم کردے۔ اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہماری دعا سنیں اور غیب سے ایک ایسی شخصیت کا انتظام فرمایا جس کو ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا انصر عمری صاحب کو حوصلہ دیا کہ باوجود گوناگوں ذمہ داریوں کے ہم لوگوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہ یہ بھاری

ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار ہوگئے۔ موصوف مجلس تعلیمی اور مجلس منتظمہ دونوں کے ممبر رہے ہیں۔ وہ نہ صرف علم و فضل میں نمایاں مقام رکھتے ہیں بلکہ اللہ نے انہیں نیکی بزرگی اور تقویٰ سے بہرہ وافر عطا فرمایا ہے۔ علم کیساتھ نیکی و تقویٰ کا اجتماع کم ہی ہوتا ہے۔

نو منتخب ناظم اعلیٰ نے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وہ تاریخی جملہ دہرایا جو انہوں نے خلیفہ منتخب ہونے پر فرمایا تھا۔

انی ولیت علیکم	میں تمہارا ذمہ دار بنایا گیا ہوں حالانکہ
ولست بخیرکم	میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔

اسی طرح میرا انتخاب ہوگیا ہے حالانکہ میں آپ میں بہتر آدمی نہیں ہوں۔ کچھ فیصلے اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ دعا کرتا ہوں، آپ بھی دعا فرمائیں کہ مجلس نے جس اعتماد اور حسن ظن کا مجھ جیسے بے بضاعت آدمی کے بارے میں اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے باقی رکھے اور مجھے توفیق اور قوت عطا فرمائے کہ میں پورا کرسکوں، انہوں نے مقاصد جامعہ کی یاددہانی کرائی اور احیائے دین اور غلبہ اسلام کی جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اسلام کے داعی و ترجمان ہونے کیساتھ اسلام کا نمونہ پیش کرنے اور جامعہ کی فضا کو علمی فضا بنانے پر زور دیا۔

اس مناسبت سے انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی طرف سے موصوف کے اعزاز میں ایک صباحیہ کا اہتمام کیا گیا۔ صدر انجمن مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب نے سابق ناظم جامعہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے نئے ناظم کا خیر مقدم کیا اور انجمن کی جانب سے حسب سابق ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا انہوں نے وضاحت کی کہ انجمن کے قیام کا مقصد ہی مقاصد جامعہ میں جامعہ اور ذمہ داران جامعہ کا بھرپور تعاون کرنا ہے۔

نومنتخب ناظم اعلیٰ نے اعلان کیا کہ فی الحال سابقہ نظم برقرار رہے گا۔ اور وہ چند ماہ بعد چارج لے سکیں گے۔

مجلس انتظامیہ اور مجلس تعلیمی میں نئی شخصیتیں

مجلس انتظامیہ نے اپنے حالیہ اجلاس میں مدیر "زندگی" جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی صاحب کو مجلس تعلیمی اور مجلس انتظامیہ دونوں کا ممبر اور جناب ڈاکٹر عبید اللہ فہد صاحب فلاحی اور سید نصرت علی صاحب امیر حلقہ جماعت اسلامی ہند یوپی کو مجلس انتظامیہ کا ممبر بنایا۔ جناب عبید اللہ فہد صاحب پہلے ہی سے مجلس تعلیمی کے ممبر ہیں۔

ایک قدیم استاد کا انتقال

ہم نہایت افسوس کیسا تھ یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ جامعۃ الفلاح کے ایک انتہائی قدیم اور بزرگ استاد جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جنہیں بہت سے لوگ "میاں" کہتے تھے ۲۰؍دسمبر ۱۹۹۵ء کی صبح اللہ کو پیارے ہوگئے۔ وہ ایک عرصہ سے پیرانہ سالی کے باعث صاحب فراش ہو گئے تھے۔ جبتک پیروں میں طاقت رہی جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔ ابتدائی اور ثانوی میں طلبہ وطالبات دونوں شعبوں میں استاد رہے ہیں۔ صاحب فراش ہونے کے قبل ایک مدت سے کلیۃ البنات کے لئے مخصوص ہو گئے تھے۔ مرحوم جامعۃ الفلاح کی انتظامیہ کے بنیادی ممبر تھے۔ ایک زمانہ میں معتمد مال بھی رہے ہیں۔ وہ سیدھے سادے بھولے بھالے نیک انسان تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی جامعہ میں

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں ہونے والے "رابطہ ادب اسلامی" کے بارہویں سالانہ سمینار میں آئے ہوئے شرکائے سمینار کو جامعۃ الفلاح نے ۱۲؍نومبر ۹۵ء کو ٹھہرا دیا جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی تشریف لائے اور کلیۃ البنات میں خطاب فرمایا۔ وقت کی تنگی اور مولانا کی نقاہت کی وجہ سے طلبہ سے خطاب نہیں ہو سکا۔ مولانا موصوف نے کلیۃ البنات میں طالبات کی کثرت دیکھ کر تعجب اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ طالبات کو سادگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعۃ الفلاح اور مدرسۃ الاصلاح وغیرہ کی کوششیں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ہماری مسلم خواتین نئی نسل کی صحیح تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہ دیں۔ مولانا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ آپ کو جامعۃ الفلاح جیسے ادارے میں تعلیم و تربیت کا موقع ملا ہے۔ جہاں کا ماحول خالص اسلامی ماحول ہے۔ اور جہاں کی تعلیم خالص کتاب و سنت کی تعلیم ہے۔ آپ بھی اسلامی کردار کی حامل بنئے۔ اور اسلامی زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالئے۔

جامعۃ الفلاح تشریف لانے والے معزز مہمانوں میں جناب پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی صاحب (دہلی) مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدیر البعث الاسلامی (لکھنؤ) مولانا واضح رشید ندوی، (لکھنؤ) ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی (علیگڑھ) ڈاکٹر راشد ندوی (علیگڑھ) ڈاکٹر عبد الباری ندوی (علیگڑھ) ڈاکٹر سید عبد الباری شبنم سبحانی، ڈاکٹر صلاح الدین عمری (علیگڑھ) جناب محسن عثمانی ندوی، (دہلی) پروفیسر منظر اعظمی صاحب سابق صدر شعبہ اردو جموں یونیورسٹی مولانا محمد عیسیٰ ندوی صاحب استاد دارالعلوم نورالاسلام جلپا پنیال، جناب نذیر احمد قریشی صاحب، جناب اقبال صاحب قابل ذکر ہیں۔

رابطہ ادب اسلامی میں فلاح کی نمائندگی

رابطہ ادب اسلامی کے

بارہویں سالانہ سیمینار میں جس کا مرکزی موضوع "سوانحی ادب اور تذکرہ نویسی" تھا، فلاح سے وفد شریک ہوا۔ صدر جامعہ ڈاکٹر محمد عنایت اللہ اسد سبحانی صاحب نے "سوانحی ادب اور قرآن" پر اپنا گراں قدر مقالہ پیش فرمایا جو اس موضوع پر منفرد مقالہ تھا۔ راقم نے اپنے مقالہ میں محمد عنایت اللہ اسد سبحانی کی تصنیف "محمد عربی" کا ادبی نقطہ نظر سے جائزہ لیا۔ علیگڑھ سے ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی کا مقالہ بعنوان "الاخوان المسلمون کے رہنماؤں کی آپ بیتیاں" بھی بڑا قیمتی تھا۔

تعطیل کلاں

اس وقت جامعہ میں امتحانات چل رہے ہیں، جب یہ شمارہ آپکے ہاتھوں میں پہونچے گا تعطیل کلاں کا آغاز ہو چکا ہوگا اور تمام تعلیمی سرگرمیاں کچھ دنوں کیلئے موقوف۔ ۸؍شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸؍فروری ۱۹۹۶ء کو دوبارہ جامعہ کھلے گی۔

انجمن کے چھٹے اجلاس کی تاریخوں میں تبدیلی

انجمن طلبہ قدیم کی مجلس شوریٰ نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۵ء میں انجمن کے چھٹے اجلاس عام کی تاریخوں میں تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے، اب یہ اجلاس ۲۵ تا ۲۷؍اکتوبر ۱۹۹۶ء میں ہوگا۔

فون میں تبدیلی

جامعۃ الفلاح سے متعلق فون نمبر بدل گئے ہیں۔ اب نئے نمبر یوں ہیں۔ دفتر نظامت:۔ ۲۵۱۴۰ دفتر تعلیمات:۔ ۲۵۱۴۹ میس:۔ ۲۵۱۶۰ کلیۃ البنات:۔ ۲۵۱۹۲ اور انجمن طلبہ قدیم:۔ ۲۵۱۱۵ اور یہاں کا اسٹڈی کوڈ ہے۔ ۵۴۶۶

حلقۂ یاراں

مدیر محترم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
امید ہے کہ مزاج گرامی مع متعلقین بخیر ہوگا۔

ماہنامہ "حیات نو" شمارہ جولائی ۱۹۹۵ء کسی کی بدولت دیکھنے کو ملا، دیکھا، پڑھا پہلی ہی نظر اداریہ "نگاہ ہے باغباں نے آتش" پر جم کر رہ گئی، آپ نے بہت ہی برمحل اور بروقت "نقل کی فراوانی" کا نوٹس لیا اور بڑے دلنشیں انداز میں، اسکی قباحتوں پر روشنی ڈالی، اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

آپکا اداریہ پڑھکر اس سلسلہ کا اپنا ایک واقعہ یاد آیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ نقل کی کھلی کیا مخفی کی بھی اجازت نہیں تھی، ایک بار جامعہ اردو علی گڑھ نے مجھے مقامی مرکز امتحان "خانپور، ہائی اسکول، سرائمیر" کا نگراں اعلیٰ مقرر کیا، چنانچہ میں تاریخ معینہ اور وقت مقررہ پر مرکز پہنچ گیا، میرے سامنے امتحان کے پرچوں کا "بنڈل" کھولا گیا اور امتحان دینے والوں کو تقسیم کیا گیا، لوگ جواب لکھنے میں مشغول ہوگئے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ واقعی تیار ہوکر آئے ہیں، میں ایک طرف بیٹھ گیا اور جائزہ لینے لگا، ابھی کچھ دیر وقت گذرا تھا کہ اتنے میں، امتحان دینے والا ایک لڑکا دوڑتا ہوا آیا اور امتحان ہال میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، لوگوں نے اجازت نہیں دی، اس نے اصرار کیا تو عام نگراں حضرات نے کہا کہ "اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، تم ناصر صاحب کے پاس جاؤ، وہی کچھ کر سکتے ہیں" وہ میرے پاس آیا اور رونے لگا، کہا کہ اگر مجھ کو امتحان دینے کی اجازت نہیں دیجائی تو میرا یہ سال بالکل ضائع ہو جائیگا" مجھے بڑا ترس آیا میں نے کہا کہ "ایک شرط پر میں تم کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہی امتحان کا وقت ختم ہو جائے، تم فوراً اپنی کاپی نگراں کے حوالہ کردو" اس نے کہا

"منظور" اور میں نے اجازت دیدی، وہ اپنی "سیٹ" پر بیٹھ گیا اور بلا توقف جواب لکھنے میں مشغول ہو گیا، میں دیکھتا رہا اور جب "وقت" ختم ہونے کی گھنٹی بجی تو سب سے پہلے تاخیر سے آنے والے لڑکے نے اپنی کاپی "جمع" کی۔ "نتیجہ" نکلا تو وہ صاف پاس تھا، مرکز والے بہت خوش ہوئے۔

باقی مضامین بھی مفید مطلب ہیں اور ضیاء صاحب کی ضیاء پاش غزل نے بہت محظوظ کیا جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام و دعا عرض ہے۔

والسلام

دعا گو و طالب دعا۔

عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی جامی

برادر عزیز و محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلس انتظامیہ کی سالانہ نشست میں شرکت کی غرض سے جامعہ آیا تو دفتر میں حیاتِ نو کا شمارہ دسمبر ۱۹۹۵ء نظر آیا۔ حسبِ عادت بڑے شوق سے پڑھ ڈالا۔ (اللھم زد فزد) کی دعا بے ساختہ لبوں سے نکلی۔

سرورق کی عبارت متوجہ کرتی ہے اور اداریہ متاثر۔ صدر جامعہ کا پہلا صدارتی خطبہ بھی پڑھا۔ بقول شاعر ؎

"کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کر"

مگر مجھے مضمون ختم کرتے کرتے حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ قول بھی یاد آیا۔

"میں تعلیم دینا چاہتا ہوں، قول سے نہیں عمل سے"۔

یقین ہے امیدیں پوری ہونگی۔

نیاز کیش
ڈاکٹر ابرار اعظمی
26-12-95

طالبات قدیم متوجہ ہوں

عزیز بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خدا کرے آپ بخیر ہوں۔ یہ خبر آپ لوگوں کیلئے یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا چھٹا اجلاس عام ۲۵، ۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ، سنیچر، اتوار منعقد ہونا طے پایا ہے اس موقع پر انجمن طالبات قدیم کا بھی مختصر پروگرام انشاء اللہ رکھا جائیگا۔ جسکی تفصیل طے ہونے پر آپکو بذریعہ ڈاک اطلاع دیجائیگی۔

ہم اپنی تمام فلاحی بہنوں سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ان تاریخوں میں اپنے آپکو فارغ رکھیں اور اپنی مادر علمی کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح مذکورہ بالا تاریخوں میں حاضر ہونے کی کوشش کریں۔

اس موقع پر انجمن طالبات قدیم کیلئے دستور بھی وضع کیا جانا ہے لہٰذا! اس سلسلے میں بھی اپنی تجاویز اور مشوروں سے مستفید فرمائیں، اور جن بہنوں نے اب تک اپنے موجودہ پتے سے ہمیں مطلع نہیں کیا ہے برائے کرم وہ اپنے پتے پہلی فرصت میں ہمیں ارسال کریں تاکہ بوقت ضرورت ان سے ربط رکھا جا سکے۔

والسلام

ساجدہ ابواللیث
کنوینر انجمن طالبات قدیم جامعۃ الفلاح